



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مثالی تربیتِ اساتذہ کورس

مرتب

حضرت مولانا پیر محمد اسلم نقشبندی مجددی (فاضل وفاق المدارس)

ایم اے اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)، ایم اے اردو، ایل ایل بی

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

مکتبہ جامعۃ الصالحات

ڈھوک مستقیم روڈ نزد ڈایو ڈار اوپنڈی

0332-5412314, 051-5462347

## اجمالی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	استاذہ کرام کی تربیت کیوں ضروری ہے؟	5
2	استاد اور مدرسہ کا باہمی تعلق	8
3	استاذہ کے ناظم کے ساتھ تعلقات	12
4	استاذہ کے دوسرے استاذہ کے ساتھ تعلقات	18
5	استاذہ کرام کے باہمی نزاع کی وجوہات اور ان کا حل	22
6	استاذہ کے شاگردوں سے تعلقات	25
7	مثالی استاد کی مؤثر خصوصی صفات	31
8	استاذہ کرام کی مؤثر عمومی صفات	42
9	استاذہ کے لئے طلباء کے مسائل سمجھنا اور ان کا حل	47
10	اگر تدریس کا موقع نہ ملے تو کیا کریں؟	52
11	استاذہ کرام کی ترقی میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں؟	56
12	مدرسہ کا ماحول ”تعلیمی اور تربیتی“ کیسے بنا ؟	61

## پیش لفظ

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اگر تربیت نہ ہو تو اسان علم حاصل ہونے کے باوجود بے عمل بن جاتا ہے۔ عمل کرنا چاہتا ہے تربیت نہ ہونے کی وجہ سے عمل نہیں کر سکتا۔ اگر اپنے علم پر اخلاص سے عمل نہ کر سکا تو یہی علم بندے کے لئے وبال بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا سبب بن جائے گا۔ علم کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے طلباء و طالبات کو پانچ بڑی بڑی منازل عبور کرنی پڑتی ہیں تب علم کی حقیقت تک پہنچا جاسکتا ہے۔ پہلی منزل علم ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے طلباء سے پوچھا کہ علم کس کو کہتے ہیں؟ ہر کسی نے اپنے اپنے محدود علم کے مطابق جواب دیا، حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے جواب دیا کہ علم وہ نور ہے جس پر عمل کئے بغیر چین نہ آئے۔

دوسری منزل عمل ہے۔ عمل صحیح طر اور صحیح سلیقے کے مطابق کام کرنے کو کہتے ہیں۔ کیو

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تیسری منزل اخلاص ہے۔ اخلاص کا مقصد یہ ہے کہ بندے کی ہر ہر سوچ ہر بات اور ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے

ہو جائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے زی

چوتھی منزل رضائے الہی ہے جس کے حاصل کرنے کا شارٹ کٹ طر یہ ہے کہ امت کے مخلصین اللہ والوں کی صحبت اختیار کی جائے جس سے بندے کو ہر کام میں رضائے الہی کا فکر لگ جاتا ہے۔

نیکاں دے لڑ لکیاں میری جھولی وچ مھل پئے

برے دے لڑ لکیاں میرے پہلے وی ڈل گئے

پانچویں منزل عشق و محبت الہی ہے۔ یہ نعمت مخلص اللہ والوں کی صحبت میں کثرت سے بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اللہ والوں کی صحبت نہ مل سکے تو حضرت جنید بغدادیؒ کے بقول اللہ والوں کے ملفوظات اور واقعات کے چند ورق روزانہ پڑھتے رہنے سے کچھ نہ کچھ محبت الہی حاصل ہو جائے گی اور د کی محبت سے دل بیزار ہوتا جائے گا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

پد بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

انہی تمام منازل کے حصول کے لئے وہ طلباء و طالبات جو ”مثالی مدرس“ بننا چاہتے ہیں اور علم کی حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں انہی کے لئے ”مثالی تربیتی اساتذہ کورس“ ترتیب دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی منزل مقصود ”شدید محبت الہی“ کے مشن تک پہنچ سکیں۔ ایسے مثالی تربیتی اساتذہ ہی ہوتے ہیں جو بڑے بڑے بے حیائی اور بے دینی کے طوفانوں کو روک دیتے ہیں۔

یاد کرتا ہے زمانہ ان اسانوں کو

روک دیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

فقیر محمد اسلم نقشبندی مجددی

## عرضِ ناشر

تربیت کی اہمیت اور ضرورت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ علم کے ساتھ ساتھ اگر تربیت نہ ہو تو علم کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے وحی کے علم کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصی تربیت فرمائی اور پھر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امت کی تربیت فرمائی۔ اولیاء اللہ اور اساتذہ کرام کا بھی ہمیشہ سے یہی طر رہا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دیتے رہے ہیں اور یہ ہمارے تعلیم کا اہم پہلو رہا ہے۔ آج کل اس پہلو میں اگرچہ کچھ کمزوری آئی ہے لیکن امت کے صاحبِ دل حضرات اس کی کو دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

طلبا و طالبات کی تربیت تب ہی ممکن ہے جب انہیں تعلیم دینے والے اساتذہ تربیت یافتہ ہوں۔ ہمارے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی کا قول ہے To train the trainer (ٹرینگ کرنے والوں کی ٹرینگ کر دیں)۔ اسی ضرورت کو مد رکھتے ہوئے ہمارے حضرت مولانا پیر محمد اسلم نقشبندی مجددی مدظلہ نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے جس میں اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے چند نہایت اہم موضوعات کو جمع فرما دیا ہے۔ مثلاً

..... اساتذہ کرام کے مہتمم ادارہ کے ساتھ تعلقات، د ساتھی اساتذہ اور طلبا کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئیں اور ان کو کن حدود و قیود کا پابند رہ کر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔

..... مثالی اساتذہ کرام کی خصوصی اور عمومی صفات کیا ہے اور ان کو اپنانے کی کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے؟  
..... تعلیم کے اختتام پر تمام طلبا و طالبات کو تدریس کا موقع نہیں ملتا تو بعض مایوس ہو کر دین کے کام سے بالکل لائق ہو جاتے ہیں ایسے طلبا کے لئے ”اگر تدریس کا موقع نہ ملے تو کیا کریں“ کا مطالعہ انتہائی نافع ہے۔

..... ”اساتذہ کی ترقی میں رکاوٹیں“ اور ”اساتذہ کے باہمی نزاع کی وجوہات اور ان کا حل“ بھی انتہائی اہم ابواب ہیں جن کے مطالعہ سے اساتذہ کرام کو ان امور سے بچنا ممکن ہو سکے گا جو ان کی ترقی میں رکاوٹ اور طلبا کے وقت کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں۔

آخر میں اس عاجز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبولیتِ عامہ تامہ فرمائے اور اساتذہ و طلبا کے حق میں نافع بنائے۔ مدارس کے اربابِ حل و عقد سے بھی گزارش ہے کہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ اس کتاب کا دورہ کروانے کا اہتمام کیا جائے اساء اللہ اس سے ان کے مدرسہ کے ماحول اور تعلیمی م پر نہایت اچھے اثرات مرتب ہوں گے اور ان کا ادارہ مثالی ادارہ بن جائے گا۔

فقیر محمد ہمایوں

## باب: 1

## اساتذہ کرام کی تربیت کیوں ضروری ہے؟

کوئی مدرسہ ہو، سکول ہو یا کالج ہو، اساتذہ کرام ہی اس ادارے کی اساس اور بنیاد ہوا کرتے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بنیاد درست ہوگی تو عمارت درست اور مضبوط بنے گی بنیاد کمزور ہوگی تو عمارت بھی کمزور ہی رہے گی۔ آج ہر طرف خصوصاً دینی مدارس میں بھی طلباء کی بے طلبی اور بے توجہی کا شور ہے، ہر کوئی پریشان ہے کہ طلباء کے اندر بڑھتی ہوئی نافرمانی اور غفلت کا سد باب کیسے کیا جائے؟

یہ عاجز سمجھتا ہے کہ طلباء تو صرف عمارت کی طرح ہیں اصل بنیاد میں کمزوری ہے۔ بنیادوں کو مضبوط بنانے کی تدابیر کی جا تو عمارت میں خود بخود مضبوطی آئے گی، اصل اساتذہ کرام کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ بھی اساتذہ ہوا کرتے تھے جن کا ایک درد بھرا جملہ طالب علم کی زندگی بدل کے رکھ دیا کرتا تھا لیکن آج کے اساتذہ چاہتے ہیں کہ خود بخود بن جائے ہمیں اس کے لئے رونا، تڑپنا اور محنت نہ کرنی پڑے۔

آج بھی اساتذہ کرام کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے طلباء سے زیادہ اپنی تربیت کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ جب اپنی تربیت ہو جائے گی تو طلباء کی اصلاح و تربیت کے لئے خود بخود دل میں کڑھن پیدا ہوگی۔

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی تم کیا ہو  
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منظر فردا ہو

## تربیت اساتذہ کی اہمیت:

ایک مرتبہ ہمارے حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم سرحد کے دورے سے واپس تشریف لا رہے تھے یہ راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ عرض کیا کہ حضرت مدرسے کے بچوں کی اصلاح و تربیت کرنا بڑا مشکل کام ہے اس کے لئے کوئی گراں اور طریق ارشاد فرما۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا:

To train the trainer

”تربیت کرنے والے (اساتذہ) کی تربیت کر دیں۔“

اساتذہ کو بچوں کی اصلاح و تربیت کے طر سکھا دیں تاکہ وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کی اصلاح و تربیت بھی کرتے رہیں اسی سے علم کے ساتھ عمل اور اخلاص کا جذبہ پیدا ہو سکے گا۔

ایک تربیت یافتہ استاد اور غیر تربیت یافتہ استاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تربیت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے تربیت یافتہ کتوں کا شکار حلال کر دیا ہے، غور کیجئے! اگر کتے کی تربیت کر دی جائے تو اس کے اندر ایسی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اس کا شکار حلال ہو گیا، شاہین کی تربیت کر دی جائے تو اس کا شکار حلال ہو گیا، جانوروں کی اگر تربیت کی جائے تو وہ بھی غیر تربیت یافتہ جانوروں سے ممتاز ہو گیا سوچیں اگر کسی انسان کی تربیت کر دی جائے تو وہ غیر تربیت یافتہ انسان کے

مقابلے میں کس قدر زیادہ ذمہ دار اور سمجھ دار ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ شکار کو حلال کروانے کے لئے جانوروں کی تربیت ضروری ہے تو مستقبل کے معماروں (طلباء کرام) کو بنانے کے لئے اساتذہ کی تربیت تو بے حد ضروری ہوگی۔

افسوس کہ آج کے دور میں اساتذہ کرام طلباء کو تو فرشتہ بنانا چاہتے ہیں لیکن اپنی اصلاح و تربیت کی اہمیت سے بالکل نا آشنا ہیں۔ کئی مدارس کے بارے میں سنا کہ اساتذہ کے ناروا سلوک کی وجہ سے طلباء متنفر ہو کر مدارس چھوڑ گئے۔ اساتذہ کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں یہ طلباء ہمارے رویہ کی وجہ سے دین سے بیزار ہی نہ ہو جا، اگر ایسا ہوا تو مدرسہ کا پورا عملہ بھی اس جرم عظیم میں شامل ہوگا۔

## تمام شعبہ جات میں تربیت کا مقام:

د کے شعبوں میں کسی بھی اہم شعبہ کو دیکھ لیں ہر اہم شعبہ میں شمولیت کے لئے ٹریننگ ضروری ہے۔ فوج میں جانے کے لئے سخت قسم کی ٹریننگ دی جاتی ہے، اسی طرح پولیس والوں کو بھی پہلے سخت ٹریننگ دی جاتی ہے، سکولز میں اکثر ٹریننگ کورسز ہوتے ہیں، اسی طرح کالج اور یونیورسٹی میں بھی تربیتی کلاسز ہوتی رہتی ہیں اور یہ ٹریننگ صرف ایک مرتبہ کر کے ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ بار بار ر کورسز کروائے جاتے ہیں تاکہ ہر میدان میں تربیت یافتہ عملہ منتخب کیا جاسکے۔

افسوس صد افسوس! ہم اپنے مدارس کا حال دیکھتے ہیں کہ عالمیہ سے فارغ ہونے والے طلباء و طالبات بغیر کسی ٹریننگ اور تربیت کے اگلے سال استاد کی مسند پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ مزاج میں بچپنا اور تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ نئے نئے استاد ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ پورے مدرسے کے ماحول میں انتشار برپا ہو جاتا ہے۔ اس میں ان نووارد اساتذہ سے زیادہ مدرسہ انتظامیہ کا قصور ہوتا ہے۔ فوج بغیر ٹریننگ کے جوان بھرتی نہیں کرتی، پولیس بغیر تربیت کے نوکری نہیں دیتی۔ سکولز کالجز بغیر ٹریننگ کے اساتذہ نہیں رکھتے تو مدرسہ والے بغیر تربیت کے کیوں اساتذہ کا انتخاب کرتے ہیں؟

اگر مدارس کے ماحول کو درست کرنا ہے تو ضروری ہے کہ اپنے مدرسہ کے اساتذہ کو وقتاً فوقتاً تربیتی کورس کرواتے رہیں تاکہ ان کے اندر احساس ذمہ داری بیدار ہوتا رہے اور وہ اپنے فرض منصبی سے غافل نہ ہوں۔ دوسرا قصور خود ان اساتذہ کا ہوتا ہے جو اپنی تربیت سے بالکل غافل ہوتے ہیں۔ انہیں خود بھی اپنی بالکل پرواہ نہیں ہوتی، جب تک خود اپنی تربیت کی فکر نہ ہو تو کوئی دوسرا زبردستی تو تربیت نہیں کر سکتا۔

”کیا ہم تمہیں زبردستی ہدایت دے دیں گے حالاً تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔“

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو خیال جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حضرت مولانا الیاس فرمایا کرتے تھے:

”اگر تم دوسروں پر ایک چھٹانک محنت کرتے ہو تو اپنے اوپر ایک من محنت کرو۔“

لیکن مدارس میں معاملہ الٹ دیکھا گیا ہے۔ اساتذہ، معلمین و معلمات یہ تو چاہتے ہیں کہ ان کے زیر نگرانی طلباء و طالبات نیک، صالح اور متقی با علم و با عمل بن جا لیکن اپنے اندر سے تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ عمل بھی رخصت ہوتا جاتا ہے جو زمانہ طالب علمی میں کرتے تھے۔

لہذا مدارس یا کسی بھی تعلیمی ادارے کا ماحول اور درس و تدریس کا م بہتر بنانے کے لئے اور طلباء کی ترقی کے لئے اساتذہ کرام کی اصلاح و تربیت کرنا انتہائی ضروری ہے۔

جس میں نہ انقلاب موت ہے وہ زندگی  
روح ام کی حیات کشمکش انقلاب

## امام غزالیؒ کا تجربہ:

امام غزالیؒ نے اپنے حالات زندگی میں لکھا ہے:

”مجھے سب سے افضل مشغلہ تعلیم و تدریس کا معلوم ہوتا تھا لیکن ٹٹولنے سے معلوم ہوا کہ میری تمام تر توجہ ان علوم پر ہے جو میں فائدہ پہنچانے والے زیادہ ہیں۔ میں نے اپنے سب کو ٹٹولا تو اس میں طلبہ جاہ و حصولِ شہرت کو پایا۔ پس مجھے اپنے ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ میں نے یوں خطرہ محسوس کیا کہ غار کے کنارے پر کھڑا ہوں اگر اصلاحِ احوال کی کوشش نہ کی تو بڑا خطرہ ہے۔“

بس یہ خیال آنے کے بعد امام غزالیؒ دس سال اپنی اصلاح و تربیت کی فکر اور کوشش میں رہے اور تربیت حاصل کرنے کے بعد دوبارہ مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ اپنی اصلاح و تربیت سے کسی لمحہ بھی غافل نہ ہوں ورنہ تباہی اور ہلاکت کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا اور وہی طلباء و طالبات جن کی تربیت کی وجہ سے روزِ محشر کے لئے اچھی امیدیں لگائے بیٹھے تھے غلط تربیت کی وجہ سے اساتذہ کے گلے میں طوق ڈال کر کھڑے ہوں گے۔

## باب: 2

## استاد اور مدرسہ کا باہمی تعلق

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ مدرسہ کی خدمت کو اپنے لئے فلاح دارین کا ذریعہ سمجھیں۔ اکثر اساتذہ کرام کو دیکھا کہ وہ مدرسہ میں پڑھاتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مدرسہ والوں پر احسان کر رہے ہیں خصوصاً اگر بغیر تنخواہ کے پڑھاتے ہیں تو اکثر معات میں اپنی من مرضی کرتے ہیں (الاقلیل)۔ مدرسہ کو اپنی پراپرٹی سمجھتے ہیں کہ جیسے چاہے من مرضی کریں اس کی وجہ سے مدرسہ کا ماحول بہت خراب ہوتا ہے۔

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ مدرسہ کو اللہ کا گھر سمجھیں، یہاں خدمت کریں تو مدرسہ والوں کا احسان سمجھیں کہ انہوں نے ہمیں یہاں رہ کر دین کا کام کرنے کا موقع فراہم کیا ورنہ ہم دے دھندوں میں پھنس کر کیا پیٹہ محروم ہی ہو جاتے۔

## ۱۔ مدرسہ کے ساتھ محبت:

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ مدرسہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھیں مدرسہ کی چیزوں کی حفاظت کریں۔ مدرسہ کی نسبت جو اللہ کے دین کی طرف ہوتی ہے اس لئے مدرسہ کی عزت و تعظیم بھی شعائر اللہ کی تعظیم میں شامل ہوگی۔ ہم یہ سوچ کر مدرسہ سے محبت رکھیں کہ حضور اقدس ﷺ بھی بیت اللہ سے بہت محبت رکھتے تھے یہاں تک کہ ہجرت مدینہ کے موقع پر پیارے آقا ﷺ جب بیت اللہ سے جدا ہو رہے تھے تو انتہائی غمزدہ تھے اور بیت اللہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرما رہے تھے کہ اے کعبہ! مجھے تجھ سے بہت محبت ہے لیکن یہ مکہ والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے مدرسہ سے محبت رکھیں اور مدرسہ میں جو وقت گزرے اسے سعادت سمجھیں۔ اکثر اساتذہ کو دیکھا کہ مدرسہ سے چھٹی ہو تو بہت خوش ہوتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مدرسہ سے چھٹی تو دین کے کام سے چھٹی ہے اور وہ دین کے کام سے چھٹی ہونے پر خوش ہو رہے ہیں؟ یہاں تو معاملہ عشق و محبت والا ہونا چاہیے، جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اتنی ہی اللہ کے دین سے زیادہ محبت ہوگی اور مکتب عشق کے انداز کچھ اور ہوتے ہیں۔

مکتب عشق کا ڈھنگ نرالا دیکھا  
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

## ۲۔ مدرسہ کے اصول و ضوابط کی پابندی:

معزز اساتذہ کو چاہیے کہ ہر حال میں مدرسہ کے اصول و ضوابط کی پابندی کا خیال رکھیں۔ ہمیشہ یہ خیال رکھیں کہ اگر ہم مدرسہ کے اصول و ضوابط کی پابندی نہیں کریں گے تو طلباء و طالبات پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ جب اساتذہ پابندی نہیں کریں گے تو طلباء تو بطریق اولیٰ پابندی نہیں کریں گے اور مدرسہ کا ماحول برہم ہو جائے گا۔

اساتذہ کرام اس بات کا التزام رکھیں کہ حتی الامکان ان کے سبق کا ناغہ نہ ہونے پائے۔ ذرا سی بات پر مدرسہ سے چھٹی کر لینا بہت نقصان دہ ہے مدرسہ و طلباء کے لئے بھی اور خود اساتذہ کے لئے بھی کہ وہ بھی اس صورت میں علم کی ناقدری کے مرتکب ہوتے ہیں۔



ہم نے اپنے اکابرین کے حالات میں پڑھا کہ شدید مشکل کے حالات میں بھی مدرسہ سے چھٹی گوارہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتی کے حالات میں ہے کہ دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پڑھا کرتے تھے، شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ہر وقت غمزدہ رہتے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ تم رنجیدہ نہ ہو اور شاہ محمد اسحاق صاحب کے بارے میں فرمایا کہ ان سے جا کر علم حاصل کرو۔ علمی انہماک اور درس کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کی تعطیل کے علاوہ کبھی گھر نہ جاتے تھے۔ نہ خطوط پڑھتے اور نہ جواب دیتے۔ پانی پت، دہلی سے زیادہ دور نہیں ہے اکثر لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی اگر کوئی قاتی یا رشتہ دار مل گیا تو سلام اور اس کے جواب کے علاوہ کوئی بات نہ کرتے اور فرماتے یہاں تو مجھے فرصت نہیں جب پانی پت آنا ہوگا تو وہاں بات کریں گے۔

قاری صاحب کی قیام گاہ مدرسہ سے دور تھی ایک مرتبہ سخت بارش ہو رہی تھی قریب کے طلباء مدرسہ پہنچ گئے قاری صاحب کے انتظار میں حضرت شاہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ طلباء نے کہا کہ آج بارش بہت زیادہ ہے قاری صاحب نہ آ سکیں گے۔ حضرت شاہ صاحب خاموش رہے۔ اتنے میں قاری صاحب گھرے کے اندر کتاب لئے بھگتے ہوئے پہنچ گئے۔ سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب مسرور ہوئے اور طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”میں سمجھ رہا تھا کہ قاری صاحب سبق کا ناغہ نہ کریں گے۔“ اس کے بعد فرمایا: ”تم قاری صاحب کو نہیں سمجھتے، الفاظ، حدیث مبارکہ کے ان کو میں پڑھاتا ہوں اور حدیث کی روح خود ان سے حاصل کرتا ہوں۔“

آج ہم بھی اپنے حالات پر غور کریں کہ مدرسہ میں حاضری اور سبق میں ناغہ نہ کرنے کا اہتمام ہم کس قدر کرتے ہیں۔ آج اگر طلباء میں سستی اور غفلت ہو رہی ہے تو اساتذہ کرام ان سے بھی پہلے سبق سے چھٹی کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اکابرین دیوبند میں ایسے بھی اساتذہ گزرے ہیں جو بیماری شدید ہونے کے باوجود سبق سے ناغہ نہ کرتے تھے ہر حال میں مدرسہ میں حاضر ہوتے تھے۔ ہمیں بھی مدرسہ میں بلا ناغہ حاضری کو ہر حال میں یقینی بنانا چاہیے۔

### ۳۔ اعلیٰ مقاصد ہمیشہ مد رکھیں:

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ مدرسہ میں درس و تدریس کے دوران ہمیشہ اعلیٰ مقاصد کو مد رکھیں۔ صرف یہ مقصد نہ ہو کہ میرا رزلٹ اچھا آجائے اور میری سب تعریف کریں۔ اچھے رزلٹ کی بھی کوشش ضرور کریں لیکن اصل مقصد درضائے الہی ہو۔ مدرسہ کے مقاصد کو پیش رکھتے ہوئے اپنا پڑھانے کا مقصد متعین کریں، جیسے راقم الحروف نے اپنے جامعہ ”جامعۃ الصالحات“ کا ماٹو متعین کیا ہے کہ ہمارے جامعہ میں بچیوں کی تعلیم و تدریس کے جہاں اور مقاصد ہیں وہاں بڑے بڑے مقاصد متعین ہیں:

1۔ اساتذہ و طالبات کے اندر عاجزی انکساری، بندگی اور آہ و زاری پیدا کرنا

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کی وہ جنت میں رہنے والے ہیں۔“

2۔ جنتیوں والی صفات پیدا کرنا

”وہ وہاں کوئی لغو اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔“

3۔ دعوتِ دین کا درد سیکھنا اور اسے گھر گھر تک لے کر جانا

”شاید آپ اپنی جان ہلاک کرنے والے ہیں اس لئے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔“

ہر حال میں رضائے الہی کو پیش رکھیں یہ بات یاد رکھیں کہ آپ مدرسہ میں نہ مہتمم صاحب کے لئے پڑھا رہے ہیں، نہ پرنسپل کے لئے اور نہ ہی مدرسہ یا طلباء و طالبات پر اپنا کوئی احسان سمجھیں بلکہ یہ سمجھیں کہ اللہ رب العزت کا مجھ فقیر و ناچیز پر بہت بڑا احسان ہے کہ مدرسہ کی خدمت کے لئے، اللہ والوں کی اور طلباء و طالبات کی خدمت کے لئے اللہ رب العزت نے قبول فرمالیا۔ اگر پروردگار کے ہاں قبولیت نہ ہوتی تو آپ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے کتنے ایسے علماء اور قراء حضرات اور عالمات و قاریات کو دیکھا کہ کئی سال مدارس میں گزارنے کے باوجود قبولیت نہ ہوئی اور داری کے چکروں میں پھنس گئے اور درس و تدریس کے عظیم کام سے محروم کر دیئے گئے۔ اگر اللہ رب العزت نے آپ کو مدرسہ کی خدمت کے لئے قبول فرمالیا ہے تو یہ آپ کا کمال نہیں بلکہ پروردگار عالم کا احسانِ عظیم ہے۔ اس لئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں ڈرتے رہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے قرآن و حدیث کی تدریس کو چھین نہ لے۔ راقم الحروف رحیم یار خان میں مولانا شریف اللہ سے خود جا کر پہلی ہی قات میں الوداعی موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قرآن مجید اور بخاری شریف نہ چھین لے۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم تک قرآن مجید اور بخاری شریف کی تدریس کرتا رہوں۔

بعض اساتذہ سوچتے ہیں کہ ہماری ہی وجہ سے مدرسہ کا مچل رہا ہے اگر ہم نہ ہوں گے تو مدرسہ کا م درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ یاد رکھیں! مدرسہ ہماری وجہ سے نہیں بلکہ ہم مدرسہ کی وجہ سے سلامت ہیں۔ ہمیں مدرسہ کی وجہ سے یہ ساری عزت ملی ہے اگر ہم نہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے پاس بندوں کی کمی نہیں، اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو لے آ گئے جو ہم سے زیادہ اخلاص و محنت کے ساتھ اللہ کے دین کا کام کریں گے۔

”اگر تم نہ مانو گے تو وہ اور قوم سوائے تمہارے بدل دے گا پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔“

## ۴۔ طلباء و طالبات کو مدرسہ کے ماحول سے مانوس کریں:

اساتذہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مہمانانِ رسول ﷺ کی نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے تکریم کریں۔ دین کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں سے ہجرت کرنے والے طلباء و طالبات کی تمام تر ضروریات کا خیال رکھیں اور انہیں مدرسہ کے ماحول سے مانوس کرنے کی کوشش کریں۔ تمام طلباء و طالبات کے لئے مشفقانہ رویہ رکھیں تاکہ انہیں گھر کی یاد علم، عمل اور مدرسہ سے دور نہ کر سکے۔ اگر اساتذہ کی بے توجہی کی وجہ سے طلباء و طالبات مدرسہ کے ماحول میں نہ ڈھل سکے اور مدرسہ کو چھوڑ کر علم سے محروم ہو گئے تو اس کے مجرم یقیناً وہ لا پرواہ اساتذہ ہوں گے جنہوں نے ان مہاجر طلباء و طالبات کی قدر نہ کی اور انہیں کوئی وقعت نہ دی۔

## ۵۔ طالب علم کے ساتھ حسن سلوک کا صلہ:

ابوالقاسم فرشتہ تحریر فرماتے ہیں:

”طبقاتِ ناصری میں یہ لکھا ہے کہ سلطان محمود کو اس مشہور حدیث کی صحت پر پورا یقین نہ تھا۔ اسے قیامت کے آنے کے بارے میں بھی شبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے اس میں بھی شبہ تھا کہ وہ خود سبکتگین کا بیٹا ہے یا نہیں ہے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل ہی کسی طرف چل رہا تھا، فراش سونے کا شمع دان لے کر اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک ایسا طالب علم جو مدرسہ میں بیٹھا ہوا اپنا سبق یاد کر رہا تھا۔ اس طالب علم کے پاس جلانے کے لئے روغن (تیل) نہ تھا۔ اس لئے وہ پڑھتے پڑھتے جب کچھ بھول جاتا تو ایک بچے کے چراغ کے پاس جا کر پڑھ لیتا تھا۔ محمود کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا اور اس نے وہ شمع دان جو فراش نے اٹھا رکھا تھا اس طالب علم کو دے دیا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے اسی رات خواب میں سلطان کو نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے محمود سے فرمایا:

”اے ناصر الدین سبکتگین کے فرزند ارجمند! خداوند تعالیٰ تجھ کو ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔“

آنحضرت ﷺ کے اس فرمانِ مبارک سے سلطان محمود کے دل میں متذکرہ بالائینوں شکوک دور ہو گئے۔

(علی، ادبی، تاری، جواہر پارے)

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو انبیاء کے ورثاء کی قدر کرتا ہے اور ان کی خدمت کرتا ہے ان کو علم کے قریب کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے وہ حضور اقدس ﷺ کی دلی میں بھی قابلِ قدر بن جاتا ہے۔ لہذا اساتذہ کرام کو چاہیے کہ حتی المقدور حکمت کے ساتھ، ادب اور شائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے طلباء کے ساتھ شفقت والا معاملہ کریں۔

## باب: 3

## اساتذہ کے ناظم کے ساتھ تعلقات

اساتذہ اور ناظم، مہتمم کا آپس میں وہی تعلق ہے جو ٹرین کے اسٹاف کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس ناظم یا مہتمم کی ماہریت اور اساتذہ کرام ڈبوں کی ماہریت کی سرپرستی میں طلباء کو لے کر منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔ جو ڈبہ کے تحت چلنے سے انکار کر دے اسے پٹری سے اتار دیا جائے گا اور وہ بیکار ہو کر رہ جائے گا۔

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ ہمیشہ مہتمم مدرسہ یا ناظم کی عزت کریں، طلباء کے سامنے ہمیشہ ان کا نام ادب و احترام سے لیں۔ کئی دفعہ مدارس میں دیکھا گیا کہ اساتذہ ناظم، مہتمم کے ساتھ باہمی کشیدگی کی وجہ سے طلباء کو ان سے بدظن کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھیں! ایسے اساتذہ کبھی بھی طلباء کی صحیح تربیت نہیں کر سکتے کیونکہ جب وہ خود طلباء کے سامنے اپنے ناظم، مہتمم کی غیبت کر رہے ہیں تو وہ طلباء کو کیسے اس گناہ کبیرہ سے کریں گے، جب خود بدگمانی کا شکار ہیں تو طلباء کو بدگمانیوں سے کیسے بچا گے۔ مدرسہ کے ماحول میں تین پھیلیں گی اور دلوں میں محبت و تقویٰ کی بجائے تنفر پیدا ہوگا۔

اگر اساتذہ کرام اپنے ناظم کا ادب و احترام کریں گے اور ان کی بات سنیں گے، ماحول اور طلباء کے دل میں ان کی قدروں منزلت پیدا کریں گے تو خود اساتذہ کرام بھی طلباء کی میں قابل احترام بن جائیں گے۔

اس عنوان کے ضمن میں دو باتیں اہم ہیں:

1- مہتمم یا ناظم کا اساتذہ کے ساتھ رویہ

2- اساتذہ کا ناظم یا مہتمم کے ساتھ تعلق

ذیل میں چند اہم اصول تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظم اور اساتذہ کرام ان اصولوں کی روشنی میں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض کو سمجھ سکیں۔

## 1- مہتمم کا اساتذہ کے ساتھ رویہ:

ہر مدرسہ کے مہتمم کو چاہیے کہ وہ اساتذہ کرام کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ اساتذہ کی تربیت کے لئے صبر و تحمل، محبت اور شفقت والا رویہ اختیار کریں یہی سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ ہمارے پیارے آقا ﷺ غلطی کی اصلاح انتہائی پر شفقت انداز میں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نوجوان سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آکر زنا کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس نوجوان کو مار پیٹ کر یا کم از کم ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکلوا دیتا لیکن یہ رحمۃ للعالمین ﷺ تھے، اس پر خفگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ نہایت شفقت سے اس کا علاج تجویز فرمایا۔ آپ ﷺ نے اسے پیار سے اپنے پاس بلایا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

”اچھا یہ بتاؤ جو عمل تم کسی اجنبیہ کے ساتھ کرنا چاہتے ہو اگر کوئی دوسرا شخص تمہارے ماں کے ساتھ کرنا چاہے تو کیا تم اس کو گوارہ کرو گے؟ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کیا تم گوارہ کرو گے؟ نوجوان نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا جو بات تمہیں اپنی بہن کے لئے گوارہ نہیں دوسرے بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اسے پسند نہیں کرتے۔ آنحضرت ﷺ مسلسل اس نوجوان کو

مثالیں دے کر سمجھاتے رہے اور آخر میں اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے گناہ کو معاف فرما دیجیئے اور اس کے قلب کو پاک کر دیجیئے اور اس کی شرم گاہ کو عفت فرمائیے۔ یہاں تک کہ جب وہ مجلس سے اٹھا تو اس گھناؤنے عمل سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو چکا تھا۔“

اگر آپ ﷺ اس نوجوان پر غیظ و غضب کا اظہار کرتے تو اس کی زندگی تباہ ہو جاتی۔ تدبیر، محبت و شفقت، حکمت و تحمل کے نتیجے میں وہ نوجوان ہلاکت کے گڑھے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اگر آج کے مصلحین، منتظمین، اساتذہ اور واعظین سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہو سکیں تو آج انہیں نوجوانوں کی بے راہ روی اور نافرمانی کی شکایت نہ رہے۔

2- کسی بھی ادارے کے ناظم یا مہتمم صاحب کو چاہیے کہ وہ اساتذہ کرام کو اخلاص و للہیت کی تعلیم دیتے رہیں اور اسی کے ذریعے ان کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرتے رہیں۔ کیونکہ اگر اساتذہ کرام میں اخلاص اور خوفِ خدا ہوگا تو وہ طلباء و طالبات کی صحیح طر سے تربیت کر سکیں گے وگرنہ مہتمم صاحب کے ڈر سے ہی کریں گے اور اگر مہتمم صاحب مدرسہ یا سکول میں موجود نہ ہوں تو اپنی من مرضی کریں گے:

جس کا تھا ڈر..... وہ نہیں ہے گھر..... اب جو چاہے کر

یہ صورتحال بن جائے گی اور ادارے کے ماحول پر بہت برا اثر پڑے گا۔

3- ناظم، مہتمم کو چاہیے کہ اساتذہ کرام کی استعداد کے مطابق انہیں مضمون دے۔ جس سبق کو پڑھانے کی استعداد نہیں وہ مضمون اس کے حوالے کر دینا طلباء پر ظلمِ عظیم ہے۔ میٹرک کے ایک طالب علم نے بتایا کہ ہمیں انگلش جس استاد نے پڑھائی اس کی اپنی تعلیم MA اردو تھی اور اس نے جس انداز میں انگلش پڑھائی اس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں کہ ہماری بنیاد ہمیشہ کمزور رہی۔ لہذا مہتمم ادارہ کو چاہیے کہ مضامین دیتے وقت اساتذہ کرام کی تعلیمی لیاقت کا اندازہ کر لیں تاکہ وہ طلباء کا وقت ضائع نہ کریں۔

4- ہر مدرسہ یا ادارہ میں درس و تدریس کے علاوہ مختلف خدمات اساتذہ کرام کے ذمہ ہوتی ہیں۔ اس میں ناظم کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کسی استاد کو اس کی ہمت سے زیادہ امور کا مکلف (ذمہ دار) نہ بنائے۔ بعض اوقات دیکھا گیا کہ جو استاد ماننے والا ہو سارے کام اسی کے ذمہ لگا دیئے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں یا تو وہ تمام امور بخوبی سرا م نہیں دے پاتے یا استاد بد دل ہو کر چھوڑ دیتے ہیں۔ خدمات میں بھی اساتذہ کے اوقات اور ہمت کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ تمام امور بخوبی ا م پاتے رہیں۔

## 5- مؤثر اندازِ اصلاح و تربیت اختیار کریں:

اگر اساتذہ کے کام یا تدریس میں کوئی غلطی دیکھے تو اصلاح و تربیت کے لئے بہترین مؤثر اندازِ اصلاح و تربیت اختیار کریں۔ اس سلسلہ میں عاجز راقم الحروف کی کتاب ”اصلاح و تربیت کے مؤثر طر“ کا مطالعہ بہت نافع اور فائدہ مند ہوگا۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم کا ”اندازِ اصلاح و تربیت“ بھی انتہائی مؤثر ہے اسے بھی ضرور مطالعہ میں رکھنا چاہیے۔

ایک واقعہ یاد آیا، ایک دفعہ اسلام آباد انٹرپورٹ پر بیٹھے تھے کچھ دوستوں نے گاڑی میں بیٹھ کر جوس وغیرہ پیا اور خالی ڈبے نیچے دیئے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے ہلکا سا اشارہ کیا اور فرمایا کہ پڑھے لکھے بندے گند بھی پڑھا لکھا پھیلاتے ہیں۔ سب کو بڑی ندامت ہوئی کہ واقعی ان خالی ڈبوں کو شاپنگ بیگ میں رکھنا چاہیے تھا۔

ناظم کو چاہیے کہ اساتذہ کرام کی اصلاح و تربیت کے لئے بھی ہلکا پھلکا لیکن مؤثر اندازِ تربیت اختیار کریں۔



## 6- تربیتی پروگرامز کرواتے رہیں:

وفقاً وقتاً اساتذہ کے لئے تربیتی پروگرامز تشکیل دیتے رہیں تاکہ ان کا ایمان و یقین بنتا رہے۔ اساتذہ کا ایمان و یقین بنتا رہے گا تو طلباء کے اندر بھی ایمان کی پختگی آئے گی۔ ایک مرتبہ اس راقم الحروف نے اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ حضرت طلباء و طالبات کی اصلاح و تربیت کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ تو حضرت نے ارشاد فرمایا:

To train the trainer

”ٹریننگ کرنے والوں کی ٹریننگ کر دیں۔“

اساتذہ کرام کو صحیح اسلامی نبج پر ٹریننگ کر دی جائے تو وہ طلباء و طالبات میں بھی سنت مزاج پیدا کر دیتے ہیں۔ اساتذہ کی تربیت کے لئے انہیں مختلف تربیتی کورس کروانے چاہئیں اور ان کے دلوں میں احساس ذمہ داری کا اضطراب پیدا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ ہم نے سکولز، کالجز میں دیکھا کہ ہر سال گورنمنٹ، ٹیچرز کو ”ر ٹریننگ کورسز“ کرواتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً تربیتی کورسز کرواتے رہنے سے اساتذہ میں آجانے والی غفلت اور سستی دور ہو جائے گی۔ اگر ٹریننگ نہیں کرواتے تو کم از کم تدریس سے متعلق اصلاحی و تربیتی بیانات ضرور ہوتے رہنے چاہئیں۔

## 7- ٹیچرز میٹنگ کا اہتمام کریں:

مہتمم یا ناظم کو چاہیے کہ وہ مدرسہ کے تمام اساتذہ کی ہفتہ یا پندرہ دن بعد ضرور میٹنگ رکھیں تاکہ ان کی کارکردگی سامنے آتی رہے۔ اگر کہیں سستی یا غفلت آ رہی ہو تو اس کا مناسب حل تلاش کریں۔ یہ میٹنگ ہر ہفتہ یا کم از کم پندرہ دن بعد ضرور ہونی چاہیے۔ کوئی بھی محکمہ یا ادارہ ہو اگر اس کا سرپرست چیکنگ کرنا چھوڑ دے تو تمام م معطل ہو جائے گا، یہ پوچھ گچھ ضروری ہے لہذا اساتذہ کے ساتھ ضروری امور پر مشورہ کے لئے ضرور مجلس منعقد کی جائے۔ مشورہ سنت بھی ہے اور باعث برکت بھی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

”اور ان کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔“

## 8- اساتذہ کرام کی مجبوریوں کا خیال رکھیں:

منظمین جامعہ کو چاہیے کہ اساتذہ کرام کی ضروریات اور مجبوریوں کا لحاظ رکھیں۔ اگر کوئی استاد مالی اعتبار سے کمزور ہو یا کسی مجبوری کی بناء پر کم وقت دے سکتا ہو تو اس کے ساتھ تعاون کریں اور اس کے ذاتی مسائل حل کرنے میں اس کی مدد کریں تاکہ وہ ذہنی طور پر پرسکون ہو کر درس و تدریس کا کام بخوبی سرا م دے سکے۔

## 9- اساتذہ کرام کی حوصلہ افزائی کریں:

مہتمم جامعہ یا ناظم کو چاہیے کہ مخلص اور سختی اساتذہ کی وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی کرتے رہیں تاکہ ان میں مزید کام کرنے کا ذوق و شوق پیدا ہو اور دوسرے اساتذہ بھی ان کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ ہر وقت کی طعنہ زنی اور ڈانٹ ڈپٹ بھی اساتذہ کو بدظن کر دیتی ہے۔ مناسب موقع پر ڈانٹ ڈپٹ یا پوچھ گچھ بھی ضروری ہے اور حوصلہ افزائی بھی تاکہ اساتذہ پر رعب بھی رہے اور وہ مہتمم

یا ناظم کے بارے میں اپنے دل میں عزت و احترام بھی رکھیں۔

ہر شعبہ زندگی میں بڑے لوگ اپنے چھوٹے نوجوانوں پر ذمہ داری ڈال کر انہیں کام کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ جب وہ کام کو مکمل کر لیتے ہیں تو مناسب انداز میں ان کی حوصلہ افزائی کر کے ان کی صلاحیتوں کو بڑھاتے ہیں۔ یہ حوصلہ افزائی ہر شعبہ زندگی میں ایک کامیاب گروہ جس سے بندے میں اعتماد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

## 10۔ اساتذہ کرام کے شب و روز کا جائزہ لیتے رہیں:

ناظم اور مہتمم مدرسہ کو چاہیے کہ تمام اساتذہ کرام کے شب و روز کا جائزہ لیتے رہیں کیونکہ اساتذہ بھی جامعہ کے ماحول میں بہتر تبدیلیاں لاسکتے ہیں۔ اگر اساتذہ بگڑ جا تو طلباء و طالبات میں بگاڑ کا آنا لازمی ہے۔ اگر کسی استاد میں کوئی اخلاقی یا تعلیمی کمزوری دیکھیں تو اسے الگ بلا کر محبت و پیار سے سمجھا اگر بار بار سمجھانے کے باوجود نہ سمجھے تو انہیں بے عزت کرنے کی بجائے خاموشی سے مدرسہ سے خارج کر دیں تاکہ اس استاد کی طلباء کے دلوں میں بے وقتی پیدا نہ ہو اور آپ کے مدرسہ کا ماحول بھی خراب نہ ہو۔ الحمد للہ یہ عاجز کوشش کرتا ہے کہ اگر کسی استاد کو مدرسہ سے خارج کرنا ہو تو کئی بار استخارہ کر لے تاکہ بعد میں کسی قسم کی پشیمانی و ندامت نہ ہو۔

## اساتذہ کرام کے لئے چند راہنما اصول:

اب چند راہنما اصول اساتذہ کرام کے لئے لکھے جاتے ہیں تاکہ انہیں اپنے مہتمم صاحب یا ناظم کے ساتھ کس طرح مثالی تعلقات بنا کر رہنا چاہیے۔

### 1۔ مہتمم صاحب کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں:

اساتذہ کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہتمم مدرسہ اور پرنسپل کا ہر حال میں ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ حدیث مبارکہ ہے کہ جو شخص ہمارے بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ یاد رکھیں! بچے ہمیشہ اساتذہ کی تقلید کرتے ہیں اگر اساتذہ اپنے بڑوں کا ادب کریں گے تو طلباء بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اساتذہ کا ادب کریں گے۔

2۔ اگر مہتمم صاحب استاد کو اس کی کسی غلطی پر سمجھائے یا ڈانٹ ڈپٹ کرے تو اس کو دل میں بالکل برامت جانے۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ سے ہمیں جس دن ڈانٹ نہیں پڑتی تھی ہمیں اس دن اپنے اخلاص پر شبہ ہونے لگتا تھا۔ یاد رکھیں! کسی کا آپ سے کوئی تعلق ہے تو وہ آپ کی فکر کرتا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے آپ کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی تعلق اور فکر ہی نہ ہو تو کسی کو کیا ضرورت ہے خواخواہ ڈانٹنے کی اور فکر اور غم کرنے کی، اگر بلاوجہ بھی ڈانٹ پڑ جائے تو یہی سوچیں کہ اس میں یقیناً ہمارا ہی فائدہ ہوگا اور بعد فائدہ ظاہر بھی ہو جاتا ہے۔

3۔ بعض اساتذہ کی عادت ہوتی ہے کہ مدرسہ کے اصول و ضوابط میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ من مرضی جامعہ کے ماحول کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ مدرسہ کا کوئی بھی کام ہونا ناظم کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کسی امر میں ان کی طرف سے اجازت ہو تب نہ کرنے کی تو کوئی حرج نہیں ورنہ ہمیشہ مشورہ کرنا ضروری ہے۔

4۔ استاد کو چاہیے کہ وہ مدرسہ کے اندر ہونے والے تمام امور سے ناظم کو باخبر رکھیں اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ بعض

اساتذہ دوسرے اساتذہ کے سامنے یا طلباء کے سامنے اپنی عزت بنانے کے چکر میں رہتے ہیں اور ناظم کو مدرسہ کے اندر ہونے والی غیر اخلاقی سرگرمیوں سے بے خبر رکھتے ہیں۔

یاد رکھیں! اگر طلباء و طالبات کے مابین کوئی مسئلہ درپیش ہو تو استاد کو چاہیے کہ پہلے خود اسے احسن طر سے حل کرنے کی کوشش کرے اور معاملہ زیادہ سنگین ہو تو راج اساتذہ سے رابطہ کرے، اگر پھر بھی معاملہ حل نہ ہو تو ناظم یا مہتمم صاحب کے سامنے وہ مسئلہ ضرور رکھے۔ مسئلہ کو بغیر حل کئے چھوڑ دینا اور بڑوں کو اس کی اطلاع بھی نہ دینا ظلم برائے ظلم ہے کیونکہ اس سے طلباء و طالبات کے اندر بری عادات و برے اخلاق پختہ ہو جاتے ہیں جو ناسور بن کر پورے مدرسہ کے ماحول کو متاثر کرتے ہیں۔

5۔ درس و تدریس میں اساتذہ کو چاہیے کہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر پڑھا رہے ہیں۔ اس لئے بلاوجہ ناغہ یا چھٹی علم کی ناقدی نہ ہے اور گویا اللہ کی رضا سے دوری کا ذریعہ ہے۔ لہذا اساتذہ کرام کو چاہیے کہ بلاوجہ بہانے بنا کر مہتمم صاحب سے چھٹی نہ لیں۔ ناظم تو اس کی مجبوری سمجھتے ہوئے چھٹی دیدے گا لیکن یہ استاد خود اپنی دلوں میں بھی مجرم ہوگا اور اللہ کے ہاں بھی مجرم ہوگا کیونکہ اس نے بلاوجہ اتنے بچوں کا وقت برباد کیا۔

6۔ اگر بامر مجبوری چھٹی کرنی پڑے تو مہتمم یا ناظم کو اس کی اطلاع ضرور کر دے بغیر اطلاع کے ہرگز چھٹی نہ کرے تاکہ ناظم اس کا پیروی کسی دوسرے استاد کے ذمہ لگا دے یا خود ہی کسی دوسرے استاد کے ذمہ لگا کر جائے تاکہ طلباء و طالبات کا وقت ضائع نہ ہو۔ درس کی پابندی طلباء و طالبات اور اساتذہ دونوں کے لئے ضروری امر ہے۔ حضرت مولانا اعجاز علی صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ سردی ہو یا گرمی، جاڑ ہو یا موسم برسات، بیماری ہو یا تندرستی، شادی ہو یا غمی ہر حال میں حضرت مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہیے کمرہ میں گھڑی موجود تھی وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دبائی کمرہ مقفل کیا اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ نہیں ہوا کہ آپ درس گاہ میں پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا اور گھنٹہ بجا اور مولاناؒ کی کتاب بند ہو گئی۔ جب اساتذہ اس طرح فکر اور دماغ سے محنت کریں گے تو طلباء بھی متقی اور دیندار بنیں گے۔

7۔ بعض اساتذہ کو دیکھا کہ اگر ان کو ناظم کسی غلطی پر سرزنش کر دیں تو دوسرے اساتذہ کے سامنے ان کی برائی کرتے ہیں اور اس میں اپنی بے عزتی محسوس کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنے دل سے ”عزت والا“ ورقہ پھاڑ دیں اور عاجزی انکساری اختیار کریں تو عزت و منزلت کے مراتب خود اللہ تعالیٰ انہیں فرمادیں گے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

”جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتے ہیں۔“

حضرت جی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شیخ کے سامنے عاجزی تو یہ ہے کہ اگر شیخ چوک پر کھڑا کر کے مرید کو جوتے مارے تو تب بھی مرید جوتا اٹھا کر خود دے اور کہے کہ حضرت میں اسی قابل ہوں۔ اگر دوسروں کے سامنے بھی سرزنش کر دی جائے تو استاد صاحب یہی سمجھیں کہ میں اسی قابل ہوں تب خبیث پرچوٹ پڑے گی۔ ورنہ تو یہ عزتوں کا طالب بن کر ریاکار رہی بنے گا۔ رضائے الہی کا طالب تو نہ بن سکے گا۔

۔ براہیہ پیدا مشکل سے ہوتی ہے  
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں



8- اساتذہ کرام کو چاہیے کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو سیدھے منہ آ کر مہتمم یا ناظم سے معافی مانگیں۔ اپنی غلطی کے عذر پیش نہ کریں۔

غلطی کر کے پھر عذر پیش کرنا غلطی کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ معافی مانگنے کو اپنی ہتک نہ سمجھیں تاکہ دل میں بغض، کینہ اور عجب و تکبر پیدا نہ ہوں۔ اگر غلطی کر کے اس پر ڈٹ جا گے تو دل بھی برائیوں کا گڑھ بن جائے گا۔

9- اساتذہ کرام کو چاہیے کہ مہتمم مدرسہ جو کام بھی جس استاد کے ذمہ لگائے وہ خوشدلی سے اس کام کو سرا م دے دوسروں کے ساتھ اپنا موازنہ یا مقابلہ نہ کرے بلکہ پوری محنت اور تندہی سے اس کام کو سرا م دے اور منظور صرف اور صرف رضائے الہی ہو، کام کر کے بھی تعریف کا خواہاں نہ رہے۔ کبھی یہ نہ سوچیں کہ مجھے مشکل کام دیا اور دوسرے کو آسان دیا ہے، بلکہ اسی کام میں اپنے لئے بہتری خیال کرے۔

10- اساتذہ کرام کو چاہیے کہ ہمیشہ ادارے کے منتظمین کے ساتھ خیر خواہی والا معاملہ رکھیں۔ بعض اساتذہ مدرسہ میں رہتے ہوئے اپنے بڑوں کے خلاف بھی پروپگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھیں! حدیث مبارکہ ہے:

”دین خیر خواہی کا نام ہے۔“

جو اپنے بڑوں کے خلاف پروپگنڈے کرتا ہے یا بدگمان کرتا ہے اور پھیلاتا ہے وہ خود بھی کبھی کامیاب استاد نہیں بن سکتا۔ ہمارے حضرت جی دامت برکاتہم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

”جہاں بڑے بڑے اداروں میں جاؤ تو چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے مخالفت پیدا کر لیتے ہیں۔ اپنے غصے کی وجہ سے خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور دوسرے ساتھ والوں کو بھی پریشان کرتے ہیں۔ کسی عارف نے کہا ہے کہ جو کوئی اپنا ایک مخالف پیدا کر لیتا ہے وہ اپنا سکون خود ہی برباد کر لیتا ہے۔ ہم دوسروں کی خامیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں کیا ہماری برائی کی وجہ سے دوسرے ہماری خامیاں نہیں ڈھونڈیں گے۔ یاد رکھیں! اسان جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔“

As you so so shall you reap.

## باب: 4

## اساتذہ کے دوسرے اساتذہ کے ساتھ تعلقات

جس طرح دیوار کی ایک اسب دوسری اسب کو مضبوط کرتی ہے اسی طرح اساتذہ کرام کا باہمی تعلق مدرسہ کے ماحول کو انتشار سے بچاتا ہے۔ اساتذہ کرام کی تربیت کے ضمن میں یہ بات بھی بہت ضروری ہے کہ اساتذہ ایک دوسرے کے ساتھ کیسے تعلقات رکھتے۔

سب سے پہلے تو ایک مسلمان ہونے کے ناطے تمام اساتذہ کرام جسد واحد کی طرح رہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

”تمام مومن ایک آدمی کی طرح ہیں اگر اس کی آ میں تکلیف پہنچتی ہے تو پورے بدن میں تکلیف پہنچتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہوتی ہے تو پورے بدن میں تکلیف ہوتی ہے۔“

اساتذہ کرام کو بھی اس حدیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے والا اور درد محسوس کرنے والا ہونا چاہیے۔

ایک مدرسہ یا ادارہ میں رہتے ہوئے باہمی تضاد یا مخالفت ہو سکتی ہے۔ ہمعصری بھی فطری طور پر منافرت کا باعث بنتی ہے ایک دوسرے کا برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن اسلامی تعلیمات کی رعایت ضروری ہے۔ اگر اساتذہ کرام ایک دوسرے کی تا نہیں کریں گے تو کام نہیں چل سکتا۔ انبیاء کرام کے بارے میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یعنی تمام انبیاء کرام ایک دوسرے کو تسلیم بھی کریں اور ایک دوسرے کی تا بھی کریں۔ یہی اصول اساتذہ کرام کو بھی اپنانا چاہیے اگر اساتذہ کرام نے ایک دوسرے کی تا نہ کی اور ایک دوسرے کو تسلیم نہ کیا تو بڑا فساد ہوگا اگر خدا نخواستہ آپس میں لڑائی جھگڑوں میں پڑ گئے تو طلباء بغیر راہنما کے رہ جائیں گے۔ ذیل میں اساتذہ کرام کے لئے چند تربیتی راہنما اصول تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ اساتذہ کرام اپنے مابین تعلقات کو احسن طر پر استوار رکھ سکیں۔

## 1- ایک دوسرے کی علمی حیثیت تسلیم کریں:

تمام اساتذہ و معلمین کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی علمی حیثیت کو تسلیم کریں اس لئے کہ علمی تفاوت ضرور موجود ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جب یہ چیز موجود ہے تو اس کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

## 2- ایک دوسرے کی تا کریں:

اساتذہ و معلمین ایک دوسرے کی تا کریں کیونکہ دونوں حق کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں، دونوں حق پر ہیں۔ اگر ایک دوسرے

کی تردید کی تو گویا یہ حق کی تردید ہے حالاً علماء حق کبھی حق کی تردید نہیں کرتے۔ پھر تو وہ علماء حق نہیں بلکہ علماء سوء بن جا گئے۔

### 3- ایک دوسرے کی قدر کریں:

ایک دوسرے کی قدر کریں، اگرچہ ایک دوسرے سے دور اور غائب ہوں کیونکہ غائبانہ قدر بھی ممکن ہے۔ مثلاً ایک دوسرے کا تذکرہ اچھے طرز سے کرنا، عند الملاقات ایک دوسرے کا خوب ادب کرنا۔ بڑے لوگوں کے کام بھی بڑے ہوتے ہیں اس لئے یہ معزز طبقہ ہے۔ ان کی معمولی غلطی بہت بڑی معلوم ہوتی ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ 70 سال کی عمر تک علماء کی مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھا۔

### 4- ایک دوسرے کی غیبت سے بچیں:

ایک دوسرے کی غیبت سے بہت زیادہ بچنا ضروری ہے۔ غیبت تو ویسے ہی بہت بری بلا ہے لیکن علماء کی آپس میں غیبت بڑا خطرناک معاملہ ہے جس کی وجہ سے چھوٹوں کی میں بھی بڑے گر جاتے ہیں۔ بعض اساتذہ دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں کہ غیبت سے بہت زیادہ پرہیز کرتے ہیں۔ کسی کے بارے میں اول تو کچھ کہتے ہی نہیں اگر کہیں بھی تو بڑے محتاط ہوتے ہیں نہ ان کے سامنے کسی کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا ہے۔ استاد م حضرت مولانا فضل الہی شاہ منصوریؒ کی مجلس بہت مختصر اور خاموش ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد خود ہی مجلس دعا کے ساتھ ختم کر کے رخصت ہو جاتے۔ اگر کوئی مجلس میں ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیتا تو فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر مجلس ختم کر دیتے اور کہنے والے کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو کسی کی غیبت کرتے نہیں دیکھا گیا حالاً آپ کے سیاسی مخالفین بھی زیادہ تھے۔ حضرت مولانا فضل الہی شاہ منصوریؒ اپنے استاد حضرت مولانا حبیب اللہ روہوئیؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت الاستاد کی مجلس میں جب کوئی کسی کی تعریف کرتا تو فوراً اس کو خاموش کر دیتے کہ کچھ بھی نہ کہنا، لوگ پوچھتے کہ حضرت یہ تو تعریف ہے۔ فرماتے کہ یہ غیبت کی پہلی سیڑھی ہے۔ تعریف ختم ہوتے ہی بعض اوقات منفی پہلو پر گفتگو ہو جاتی ہے تو وہ ذریعہ کو روکنے کے لئے مجلس میں تعریف سے بھی روکتے تھے۔

### 5- شاگردوں کے سامنے معلم کا تذکرہ کرنے سے بچیں:

حتیٰ الوسع شاگردوں کے سامنے کسی معلم کے بارے میں تذکرہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ بعض اوقات ان ہی باتوں کی دوسرے معلم کی مجلس میں غلط ترجمانی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک دوسرے کے دل میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔

### 6- گھنٹہ کی پابندی کریں:

ایک ہی ادارہ میں پڑھانے والے معلمین اپنی اپنی پڑھائی کے گھنٹوں (Periods) کی پابندی رکھیں۔ کسی دوسرے معلم کے پیریڈ سے وقت نہ لے۔ خواہ وہ دوسرا معلم اپنے پیریڈ میں دیر سے آئے یا وقت پر آئے۔

### 7- استاد کی صراحت یا کنایہ یا اشارہٴ کردار کشی نہ کریں:

حتیٰ الوسع کوشش رہے کہ کسی استاد کی صراحت یا کنایہ یا اشارہٴ کردار کشی نہ ہو۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ فطری حسد کے مقتضی سے بچنے

کی کوشش تو کی جاتی ہے لیکن کبھی اشارات و کنایات میں کوئی بات کسی دوسرے معلم کے بارے میں کہی جاتی ہے جس کے اثرات بہت برے ہوتے ہیں اور گناہ بھی ہے۔

## 8- جوابی کارروائی سے گریز کریں:

اگر کوئی شاگرد کسی معلم کے بارے میں کسی دوسرے معلم تک کوئی بات پہنچا دے تو اول اس شاگرد کو ٹوکنا چاہیے کہ پھر ایسا ہرگز نہ کرنا اور خود برداشت کرے۔ کسی قسم کی جوابی کارروائی سے حتیٰ الوسع پرہیز ضروری ہے۔

## 9- دوسرے استاد کی رائے کا احترام کریں:

اختلاف رائے بھی ہو سکتا ہے۔ دلائل کی بنیاد پر اختلاف رائے کے وقت دوسروں کی آراء کا احترام ضروری ہے۔ بعض اوقات علمی اختلاف ذاتی اختلاف تک پہنچ جاتا ہے حالانکہ ہمارے اسلاف کے بے شمار واقعات ہیں کہ زبردست علمی، سیاسی اختلافات کے باوجود ان کے آپس کے تعلقات عقیدت و محبت والے تھے۔ دلائل پر مبنی اختلافات کو برداشت نہ کرنا علمی تکبر ہوتا ہے۔

## 10- دوسرے استاد سے پوچھنے میں جھجک محسوس نہ کریں:

اگر کسی معلم کو کسی کتاب یا فن میں کوئی علمی اشکال پیش آئے تو دوسرے معلم سے حل کرانے میں جھجک محسوس نہ کرے۔ کیونکہ دونوں کے علم میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ جس معلم سے اشکال حل کروائے وہ کسی اور کے سامنے اس کا تذکرہ نہ کرے۔ بعض علماء بڑے بے ہوتے ہیں۔ وہ سب کے سامنے پوچھنے پر بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ علم کلی کسی کو حاصل نہیں۔ یہ تو باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ ہر عالم پر اس کا جہل محیط ہوتا ہے۔

## 11- طلباء کے سامنے ایک دوسرے کا خوب احترام کریں:

مدرسہ یا جامعہ کے طلباء و شاگردوں کے سامنے تمام معلمین ایک دوسرے کا خوب احترام کریں۔ آپس میں خوب گپ شپ اور بے تکلفی ہونی چاہیے تاکہ طلباء کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ شاید ان کی آپس میں کوئی چشمک یار ہے۔

## 12- مدرسے کے کاموں کو سب اساتذہ اپنی ذمہ داری سمجھیں:

معلم خود کو ادارہ کا زم نہ سمجھے بلکہ پورے مدرسے کے سب کاموں کو اپنی ذمہ داری سمجھے اور ہر کام کو اپنا کام سمجھ کر کرے کیونکہ دین اور مدرسہ مہتمم کا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ایک منتظم اور متولی ہوتا ہے۔ ہر جگہ سربراہ ایک ہی ہوتا ہے۔ سب سربراہ اور ذمہ دار نہیں بن سکتے تو لازماً کسی کا تابع بن کر رہنا ہوگا لیکن تابعداری کا یہ مطلب نہیں کہ مہتمم، منتظم یا پرنسپل کا ذاتی زم ہے بلکہ وفادار اور تابعدار کا رکن ہے۔

## 13- کسی کی شکایت یا برائی کا تذکرہ کلاس میں نہ کریں:

بعض معلمین کو ادارہ کے منتظم یا مہتمم سے شکایت ہوتی ہے۔ تو اس کا تذکرہ کبھی کبھار درس میں کرتے ہیں یا مہتمم و پرنسپل کی کمزوریاں درس اور کلاس میں بیان کرتے ہیں جس کا بڑا برا اثر ہوتا ہے۔ یہ اصلاح و شکایت کا کوئی طر نہیں کیونکہ اسان کمزور ہے

پرنسپل اور مہتمم بھی اسان ہے، ان سے کوئی غلطی ہوئی تو تذکرہ کا یہ طر نہیں کہ درس میں صراحتہً یا کنایہً یا اشارہً اس کی کمزوریاں بیان ہوں بلکہ معلم کا فریضہ بنتا ہے کہ ادارہ کے سربراہ کی خیر خواہی کی بنیاد پر اصلاح کرے۔ اس کا طر ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ

”مومن مومن کا آئینہ ہے۔“

جس طرح آئینہ صرف دیکھنے والے کے عیب کو بتلاتا ہے، دوسروں کے سامنے اس کی تشبیہ نہیں کرتا اسی طرح مہتمم یا پرنسپل کو تنہائی میں بتایا اور سمجھایا جائے جس سے اس کو خوشی ہوگی۔ باقی اس عیب کا ازالہ اس کی ذمہ داری ہے لیکن سب کے سامنے اس کو اگر اصلاح کی سب سے بھی کچھ کہا جائے تو یہ اصلاح نہیں بلکہ اس کی رسوائی ہے۔ اس موضوع پر علامہ نوویؒ کا ایک چھوٹا سا قابل دید رسالہ ہے۔ یعنی نصیحت اور دوسروں کے رسوا کرنے میں فرق ہے۔

#### 14۔ ایک دوسرے کی حیثیت کا خیال رکھیں:

بالفرض اگر دو معلمین میں کچھ اختلافات پیدا ہو جائے تو ہر معلم کو چاہیے کہ اپنی اپنی حیثیت کا خیال رکھے کیونکہ دونوں عام آدمی نہیں ہیں۔ اسی طرح دوسرے معلم کی حیثیت کا بھی خیال رکھے کیونکہ عوام اور خواص کے اختلاف اور جنگ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اول تو کوشش ہو کہ ایک دوسرے کی حیثیت مجروح نہ کریں۔ اگر بات بالکل بگڑ جائے تو شرعی دائرہ سے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ بڑے لوگوں کی جنگ تو پٹینک کے ساتھ نہیں ہوتی وہ زیادہ تر منہ اور باتوں کی حد تک ہوتی ہے اور یہ بڑی خطرناک بھی ہوتی ہے۔ منہ سے کوئی بات نکالتے وقت بہت سوچ سے کام لینا چاہیے کیونکہ ایک دن ضرور صلح ہوگی لیکن منہ سے نکلی ہوئی بات کا تذکرہ مشکل سے ہوتا ہے اور اس کے اثرات بڑے دیر پا ہوتے ہیں۔

#### 15۔ دوسرے استاد سے پوچھ کر ان کا ٹائم لے:

اگر کسی معلم کو اپنے کلاس سے زیادہ وقت کی ضرورت ہو تو متعلقہ استاد سے کہہ دے کہ اتنے منٹ چاہئیں۔ بالفرض اگر استاد عذر کر دے تو خوشی کے ساتھ اس کے عذر کو قبول کر لے کیونکہ اس کی بھی مجبوری ہوتی ہے اور اگر وہ وقت دے تو شکریہ کے ساتھ اتنا وقت لیا جائے۔

#### 16: وقت ختم ہو جائے تو کلاس سے باہر آ جائے:

بعض اساتذہ جب اپنی کلاس کی طرف جاتے ہیں تو اگر دوسرا استاد اس کلاس میں موجود ہو اور اس کے کلاس کا وقت ختم ہو چکا ہو تو باہر والا استاد شرماتا ہے اس لئے کلاس کے اندر موجود استاد کے سامنے نہیں آتا لیکن اس میں شرمانے کی بات نہیں کیونکہ اپنی ایک ذمہ داری اچھی طرح نبھانا ہوتی ہے۔ یا کلاس میں موجود استاد کو خود اس بات کا احساس ہونا ضروری ہے تاکہ بعد والے کلاس کے استاد کو کسی جھجک کا سامنا کرنا نہ پڑے کیونکہ بعض اوقات بعد میں آنے والا استاد کلاس میں موجود استاد کا شاگرد ہوتا ہے۔

## باب: 5

## اساتذہ کرام کے باہمی نزاع کی وجوہات اور ان کا حل

بفضلہ تعالیٰ اس عاجز کو بہت سے مدارس کا سروے کرنے کا موقع۔ اکثر منتظمین کو یہی شکایت ہوتی ہے کہ ہم ان طلباء طالبات کو استاد رکھتے ہیں جو کلاس میں بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن معلوم نہیں استاد بنتے ہی انہیں کیا ہو جاتا ہے کہ آپس میں لڑائی جھگڑے اور اختلافات شروع ہو جاتے ہیں۔ راقم الحروف کے دل میں آیا کہ اساتذہ کے باہمی جھگڑوں کی وجوہات اور ان کا حل بھی اساتذہ کرام کے تعلقات کے ضمن میں لکھ دیا جائے تاکہ اساتذہ کرام ان چیزوں سے بچ کر اپنی روحانی تربیت کروا سکیں۔

## 1- دلوں میں حسد ہونا:

اساتذہ کرام میں اکثر لڑائی جھگڑوں کا سبب حسد ہے۔ ایک دوسرے کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ نہیں سکتے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ اگر اس کو اللہ تعالیٰ نے اضافی خصوصیات سے نوازا ہے تو مالک کی مرضی جسے چاہے جتنا دے دے ہم کون ہوتے ہیں حسد کرنے والے؟ یاد رکھیں! حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”حسد نیکوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔“ اب آپ محنت کر کے نیکیاں جمع کریں اور پھر حسد کی آگ میں جلادیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ کوئی آگے بڑھ رہا ہے، دوسرا استاد ترقی کر رہا ہے تو اس پر خوش ہونا چاہیے اور اس کو مزید ترقی کی دعا دیں۔ جو دوسرے کے لئے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے حق میں پہلے قبول فرماتے ہیں۔ اس لئے دوسرے اساتذہ کرام کو آگے بڑھتا دیکھ کر کڑھنے اور حسد کرنے کی بجائے دل سے ان کے لئے اور اپنے لئے بھی دعا کریں۔

## 2- ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہنا:

اکثر اساتذہ میں دیکھا گیا ہے کہ جس کے بارے میں دل میں کوئی بات آگئی یا ذرا آپس میں اونچ نیچ ہوگئی تو اب اس کے بارے میں ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور اس کی خامیاں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھیں! وہی آدمی کامیاب ہوتا ہے جو اپنی خامیوں پر رکھے اور دوسروں کی خوبیوں پر رکھے۔ اگر کوئی استاد کسی دوسرے کی اصلاح کی غرض سے یا جامعہ کی خیر خواہی کے نکتہ سے کوئی بات مہتمم یا منتظم تک پہنچا دے تو بس! اب آپس میں وہ فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ! حالا یہ سوچنا چاہیے کہ میرے اندر واقعی یہ خامی موجود ہو سکتی ہے یا اگر حقیقتاً ہے تو اس کی اصلاح کی فکر کرے نہ کہ اس بندہ کو تلاش کرنا شروع کر دیں جس نے بات پہنچائی۔ اب یہ استاد ہر ایک پر شک کرتا پھر رہا ہے کہ شاید اس نے میری ”شکایت“ لگائی ہو۔ جتنی محنت مطلوب شخص کی تلاش میں کرتا ہے اگر اتنی محنت اپنی غلطی کی اصلاح میں کر لیتا تو نہ کوئی فتنہ و فساد برپا ہوتا نہ جھگڑے ہوتے اور اپنی اصلاح بھی ہو جاتی۔ اس لئے اول تو پیا رحمت سے اگر کسی دوسرے میں برائی دیکھے تو اس کی اصلاح کر دے اگر یہ محسوس کرے کہ میری بات نہیں سنے گا اور اس کی یہ عادت مدرسہ یا طلباء کو نقصان پہنچا رہی ہے تو اصلاح کی سب سے منتظمین تک پہنچائے تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے اور اس میں کوئی دلی بغض یا کینہ نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ فاسد سب کے باعث خود گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور جس کی غلطی پہنچائی جائے اسے فتنہ و فساد برپا کرنے کی بجائے اپنی غلطی کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ غلطی کرنے کے بعد جلدی اپنی غلطی کا احساس کرنا چاہیے اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اس



طرح زندگی میں ایک صالح انقلاب برپا ہوتا جائے گا۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی  
روح ام کی حیات کشمکش انقلاب

### 3- قوت برداشت کی کمی:

لڑائی جھگڑوں کی ایک وجہ قوت برداشت کی کمی ہے۔ کسی دوسرے کی بات برداشت نہیں کر سکتے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو تحمل و بردباری سے اسے برداشت کرنا چاہیے۔ تحمل مزاجی کی وجہ سے آدمی خوش رہتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کو معاف کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہے۔ اگر اساتذہ کرام علم سیکھنے کے باوجود اپنے اندر قوت برداشت اور تحمل پیدا نہ کر سکیں تو ان کا علم ادھورا رہ جاتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ فرمایا کرتے تھے:

”علم کی ذمہ داری علم کے ساتھ ہوتی ہے۔“

مزہ تو یہ ہے کہ استاد کے اندر یہ دونوں صفات ہوں۔ علم بھی ہو اور حلم بھی ہو۔ آج کل علم کی صفت تو اکثر مل جاتی ہے لیکن حلم والی صفت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بزرگوں نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ جو بندہ اپنے علم پر عمل کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے علم میں سے علم دیتے ہیں اور اپنے حلم میں سے حلم دیتے ہیں۔

”اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کریں۔“

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین کریں۔ علم کے ساتھ ساتھ اپنے اندر حلم اور قوت برداشت پیدا کریں تو وہ مثالی اساتذہ میں شمار کئے جائیں گے۔

### 4- ذمہ داری کا احساس نہ ہونا:

اساتذہ کرام میں باہمی توں کی ایک وجہ ذمہ داری کے احساس کا نہ ہونا بھی ہے۔ ہر استاد سمجھتا ہے کہ مدرسہ کی خدمت اور انتظام یہ میری ذمہ داری نہیں، میں نے صرف پڑھانا ہے حالانکہ مدرسہ میں ہر کام ہر استاد کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اخلاص تو یہ ہے کہ اپنے ذمہ لگائے گئے کاموں کو بھی پوری ذمہ داری اور اخلاص کے ساتھ مکمل کرے اور مدرسہ میں جہاں ضرورت محسوس کرے اپنی خدمات کو بے غرض ہو کر پیش کرے۔ مثلاً مدرسہ میں کسی جگہ گندگی دیکھے تو یہ نہ سوچے کہ یہاں کی صفائی کرانا دوسرے استاد کی ذمہ داری ہے میں کیوں کروں؟ بلکہ خود وہاں کی صفائی کا انتظام کرنا چاہیے۔ مدرسہ صرف ناظم یا مہتمم کی ذمہ داری نہیں ہوتا بلکہ اساتذہ کرام پر بھی مدرسہ کے تمام امور کی ذمہ داری ویسے ہی ہے جیسے مہتمم پر ہوتی ہے کیونکہ مدرسہ کسی کی ذاتی ملکیت تو ہے نہیں یہ تو اللہ کا گھر ہے یہاں اللہ کا دین سیکھنے سکھانے کا کام کر رہے ہیں، مہتمم بھی ذمہ داری نبھا رہا ہے وہ بھی اللہ کے ہاں جوابدہ ہے اور اساتذہ بھی اپنی ذمہ داری نبھا کیونکہ وہ بھی اللہ کے ہاں جوابدہ ہیں۔ اگر تمام اساتذہ اپنے اندر احساس ذمہ داری پیدا کر لیں تو مدرسہ کا ماحول بھی بہترین ہو جائے اور آپس میں لڑائی جھگڑے بھی نہ ہوں گے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

## 5۔ اپنی عزت چاہنا:

ہر استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مدرسہ کا خادم سمجھے اور دوسرے کو استاد سمجھتے ہوئے اس کا ادب کرے اور اس کے ساتھ ادب سے پیش آئے لیکن آج کل یہ دیکھا گیا ہے کہ جو استاد بنتا ہے وہ خود یہ چاہتا ہے کہ میری عزت کی جائے۔ دوسروں کو تو ایک استاد کی عزت کرنی چاہیے لیکن استاد کو خود اپنی عزت کروانے کا شوق نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی لڑائی جھگڑوں کا باعث بنتی ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں استاد نے میری ”بے عزتی“ کر دی۔ یاد رکھیں! ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے کوئی کسی کو بے عزت نہیں کر سکتا اس لئے عزت چاہنا بھی چھوڑ دیں بلکہ عاجزی انکساری کو مطمع بنا یہی اصل عزت ہے کیونکہ اس سے اللہ کے ہاں عزت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر آپ دوسروں کی عزت کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو خود بخود عزتوں سے نوازیں گے۔



## باب: 6

## اساتذہ کے شاگردوں سے تعلقات

استاد اور شاگرد کا رشتہ نہایت مقدس، پاکیزہ اور مضبوط روحانی رشتہ ہے جو تحصیل علم کے لئے بنیادی اکائی اور بہت بڑا عنصر ہے۔ بد قسمتی سے یہ رشتہ اب دینی تعلیمی اداروں سے رخصت ہوتا جا رہا ہے۔ دوی (عصری) تعلیمی اداروں میں تو اس کا تصور ہی عقائد ہے لیکن رفتہ رفتہ اب دینی طلباء اساتذہ میں بھی اس مستحکم اور مربوط رشتے کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ کشمیریؒ نے بڑے دکھ بھرے عجیب پر تاثر انداز میں زمانہ حال کے استاد و شاگرد کے تعلق و عقیدت کا نقشہ کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں:

”اس ترقی یافتہ زمانے میں استاد اور شاگرد کے درمیان اس رشتہ اخلاص و عقیدت کو سمجھنا کس قدر مشکل ہے جو آج سے نصف صدی پہلے انقیاد و اطاعت اور ادب و احترام کے روح افزا منظر دیکھنے میں آتے تھے یہ تعلق حصول علم کی سنگلاخ دیواروں کا سفر نرم اور سبک سیر بنا دیتا تھا۔ انگریزی تہذیب و تمدن اور جدید تعلیم کا تعفن بدوش م جب ہندوستان میں داخل ہوا تو صدیوں کی یہ روایات الٹ کر رہ گئیں۔ پہلے طلباء استاد کی طرف سے ایک لفظ کا بھی افادہ اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے، اب طلباء سکون کے ساتھ بیٹھ کر درس سن لیں استاد کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، ماضی کا استاد تخت نشین ہوتا اور طلباء کی جماعت بوریا نشین ہوتی تھی، اب کالجوں میں پروفیسر کھڑا ہوتا ہے اور پڑھنے والے کرسیوں پر براجمان ہوتے ہیں۔ گزشتہ دور نے یہ تخیل پیدا کیا تھا کہ استاد کی زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ کی بھی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی اور اس وقت ٹیوشن کی معمولی فیس استاد کے پورے علم کو خرید سکتی ہے۔ روایات کے اس انقلاب نے علم کی کائنات کو تہ و بالا کر دیا اس دور کو دیکھ کر گزشتہ پچاس سالہ اور اس سے پہلے مسلسل تار کڑیوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہ کیجئے جو زمانہ گزر چکا اس میں سعادتمندوں کا یہ اعلان تھا جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا ہمیشہ کے لئے غلام بن گیا۔“

مولانا ابوسجاد صدیق صاحب اساتذہ کرام کی خدمت میں دردمندانہ التجاء کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”شاگرد کی تعلیم و تربیت کا بنیادی پتھر..... استاد..... ہوتا ہے..... ایسا استاد جو ایک میں بھانپ لیتا ہے کہ یہ شاگرد ہیرا ہے یا کہ پتھر؟ اگر ہیرا ہے تو تاج میں جڑ دیتا ہے ورنہ عمارت میں لگا کر تاج محل اور لال قلعہ بنا دیتا ہے..... ایسا استاد جو پہلی میں بچے کا مستقبل پڑھ لیتا ہے کہ اس کو پھول بننا ہے، پھر اپنی لیاقت، توجہ اور شخصیت کی شبنم سے اسے پھول بنا دیتا ہے اور کبھی گل و گلزار بھی،..... ایسا استاد شاگرد کی تہ بہ تہ الجھنوں کو دور بھی کر دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے خیر کی طرف اس کا رخ بھی موڑ دیتا ہے..... ایسا استاد جو شاگرد کو علم ہی نہیں بلکہ علم کی جستجو اور لگن بھی دیتا ہے جس پر آگے چل کر وہ اپنی شخصیت کو مکمل کرتا ہے اور اپنی معراج کی طرف اڑان بھرتا ہے..... ایسا استاد جن کے مختصر اسباق اور دل نواز نصیحتوں سے شاگردوں کے دل و دماغ کی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں..... ایسا استاد جو روح اس کے جذبِ باطن اور قلبی طماسب سے دماغ کو ہی نہیں بلکہ دل کو زندہ کر دیتا ہے اور خدا سے تعلق قائم کر کے عقل و حواس کو دل کا حاشیہ بردار بنا دیتا ہے۔

عاجز مشورہ دیتا ہے کہ ذرا اپنے من میں جھانک کر اپنے آپ سے ان سوالات کے جوابات پائیں کہ وہ بھی ہماری طرح کے کھاتے، پیتے، چلتے پھرتے انسان تھے جنہوں نے امت کو ائمہ فن دیئے، ملت کی کشتی کو پار کرنے والے جا روندا کار رجال کا رپیدا کئے اور ایک ہم اور آپ ہیں کہ عالم بھی ہیں، خطیب بھی، فاضل بھی ہیں خوش الحان و اعظم بھی، مدرس بھی ہیں معلم بھی، ہماری ٹوپیاں، پگڑی، کلف شدہ کرتے، شیرواں اور صدری ان اسلاف کے قد و قامت سے بالا اور ان کی درویشانہ گڈڑیوں سے نہایت

اعلیٰ..... ہم ایک بھی کام کا آدمی پیدا نہیں کر پائے، آخر کیوں؟

یہ عاجز مدرسین برادری کو لمحہ فکر یہ دیتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے برہاس ہمارے ہاتھ آئے ہیں غور کیجئے کہ ہم نے کیا کیا؟ طلباء آئے تو انہیں کتاب پڑھائی یا فن؟ انہیں علم دیا یا عمل؟ انہوں نے ہم سے ایمان پایا یا اسلام؟ ان سے ہم نے خدمت لی یا ان کی خدمت کی بھی؟ ہمارے اخلاق، عادات، شعور، قلم اور زبان نے ان کے صاف ستھرے لوحِ قلب پر کیا ش لکھ چھوڑے؟ ہمیں اپنی خالص ی تہذیب نسبت کی درسگاہوں کو یو پار کی منڈیوں، اساتذہ کو کرائے کے مزدوروں اور طلبہ کو ڈگری کے خریداری کا بھاء بٹھ کرنے والے گاہوں جیسے بیہودہ طعنوں کا ناطقہ بند کرنا ہوگا بلکہ توڑنا ہوگا اپنے عمل سے، کردار سے، اخلاق سے، م سے اور سب سے بڑھ کر للہیت سے.....

## 1- استاد کی ذمہ داری:

استاد اپنے شاگرد کو اولاد کی طرح پڑھائے اور پھر شاگردوں کے لئے دعا کرے کہ یا اللہ اس کو علم نافع کر کے اس سے بڑی او سطح پر دین کے کام لے لے۔ استاد جب شاگرد سے خوش ہوتا ہے اس کو دعا دیتا ہے تو شاگرد کبھی شیخ الہند بن جاتا ہے، کبھی شیخ الاسلام بنتا ہے۔

شاگرد کو استاد کی بددعا سے بچنا چاہیے اور استاد کو چاہیے کہ شاگرد سے حتیٰ الوسع ناراض نہ ہو کیو استاد کی ناراضگی اور بددعا انتہائی خطرناک ہوتی ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک طالب علم کے بارے میں یونہی فرما دیا کہ وہ تو بالکل پاگل ہے۔ یہ سرسری سی بات بھی شاگرد کو لگ گئی، کچھ عرصہ بعد وہ واقعی پاگل ہو گیا۔ اساتذہ کو شاگرد کے حق میں ہمیشہ بہتر الفاظ استعمال کرنے چاہئیں اگر کسی وجہ سے ناراض ہو تب بھی بددعا نہ کرے، ناراضگی بھی شاگرد کی اصلاح کی خاطر ہونی چاہیے اور بددعا دینے سے تو اصلاح نامکن ہے اس لئے کبھی بھی بددعا نہیں دینی چاہیے۔

## استاد شاگرد کے تعلق کی حدود:

استاد اور شاگرد کا تعلق بہترین اور پا ار ہوتا ہے لیکن ہر چیز کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ مثلاً محبت بہت سے اشخاص کے مابین ہوتی ہے۔ ماں باپ کے ساتھ محبت، میاں بیوی کے مابین محبت، دودوستوں کی آپس میں محبت اور استاد شاگرد کی آپس میں محبت۔ محبت کا عنوان مشترک ہے لیکن محبت کے آداب ہر ایک کے لئے مختلف ہیں۔ میاں بیوی کے ساتھ جو محبت کرتا ہے وہ بیٹی کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ بیٹا باپ کے ساتھ جو محبت کرتا ہے وہ بیوی کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ گویا محبت کے آداب اور طر جدا جدا ہیں۔ ہر دائرہ میں ایک جیسی محبت کا مظاہرہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے استاد کا شاگرد کے ساتھ جو تعلق اور محبت ہے وہ اپنے دائرے میں عشق کی حد تک ہونا چاہیے۔ استاد اگر محبت اور تعلق کی وجہ سے شاگرد کے ساتھ فری ہو جائے تو وہاں سے بے ادبی کی ابتداء ہوتی ہے۔ مثلاً تعلق اور محبت ایسے انداز میں ہو کہ جس میں آزادی آئے اور شاگرد اتنا بے باک بن جائے کہ استاد کے ساتھ یا استاد کے سامنے ہر قسم کی بات اور ہر فعل کی جرأت پیدا ہو جائے۔ بعض اوقات استاد کو اس شاگرد کا قول و فعل پسند نہیں ہوتا لیکن اس کو روک بھی نہیں سکتا۔ کبھی استاد حیا کی وجہ سے خاموش رہتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ استاد شاگرد کے اس قول و فعل پر راضی ہے۔ یا پھر بے باک شاگرد استاد کی ہر بات ما بھی نہیں کہ چلو ویسے بھی استاد فری ہے، اس کے ساتھ آزادی سے گپ شپ ہے وہ کچھ نہیں کہے گا۔ استاد کی کچھ تقاضے ہوتے ہیں ان کو مد رکھ کر شاگرد کے ساتھ تعلق استوار کرے کیو یہ فطری بات ہے کہ آزادی کے بعد بات کنٹرول سے باہر ہو جاتی ہے۔

گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ  
آزادی افکار ہے ابلیس کی اد

## استاد شاگردوں کے ساتھ تعلق کے آداب:

- 1- شاگرد کے سامنے اپنی کسی کمزوری کا اظہار نہ کرے خواہ عملی کمزوری ہو یا علمی کمزوری۔
- 2- شاگرد کے سامنے زیادہ بے تکلفی نہ کرے۔ مثلاً اس کی موجودگی میں صرف شلو اور بنیان میں نہ رہے۔ اسی طرح معاملات اپنے لباس کا خیال رکھیں۔
- 3- اپنے شاگردوں کی موجودگی میں کسی بے تکلف دوست کے ساتھ آمنے سامنے بات چیت کرنے یا ٹیلیفون پر گفتگو کرنے میں احتیاط رکھے کیونکہ استاد بعض باتیں شاگردوں کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتے یا استاد کے بے تکلف دوست کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرنے سے شاگرد کہیں زیادہ بے تکلف نہ بن جائے۔
- 4- شاگرد کو راز کی باتیں نہ بتائے طالب علموں کی یہ عادت نہیں کہ راز مخفی رکھیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ طالب علم میں جستجو زیادہ ہوتی ہے اور پھر بات کو پھیلانا طالب علم کی فطرت ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ولی حسن فرمایا کرتے تھے کہ راز راز ہوتا ہے لیکن جب طالب علم کو بتا دیا تو اب وہ راز نہیں بلکہ فاش ہو گیا ہے۔ فرمایا کرتے تھے میں طالب علم سے دوستی نہیں رکھتا عموماً طلباء میں احتیاط کم ہوتی ہے۔ باتیں زیادہ تر قیاسی کرتے ہیں۔ لوگوں کی باتوں میں احتمالات بہت نکالتے ہیں۔ پھر اپنی طرف سے ایک بات بطور نتیجہ کہہ دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے ذہن کی بات غلط نکلے جس کا اثر صحیح نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی مدظلہ نے ایک شاگرد سے کہا کہ جا کر دیکھو کہ حضرت مولانا سبحان محمود صاحب اپنے کمرے میں موجود ہیں یا نہیں؟ آپ کا خیال تھا کہ اگر موجود ہوں تو وہاں جا کر جو کچھ کہنا ہے کہہ دوں گا کیونکہ حضرت مولانا سبحان محمود صاحب مفتی رفیع عثمانی صاحب کے استاد تھے۔ شاگرد مولانا سبحان محمود صاحب کے پاس جا کر کہنے لگا کہ مفتی صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔
- 5- استاد اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ مساوات کا مظاہرہ کرے۔ کسی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک نہ کرے تاکہ کسی شاگرد کو احساس کمتری کا احساس نہ ہو بلکہ ہر شاگرد یہ محسوس کرے کہ میرا استاد صرف میرا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ خوبصورت اور امیر طلبہ کے ساتھ زیادہ پُر رکھتے ہیں جو کہ ان کے لئے انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔
- 6- سزا اور تنبیہ کی ضرورت پڑے تو زیادہ غیظ و غضب اور ڈانٹ ڈپٹ سے کام نہ لے۔ تنبیہ میں شاگردوں کی عزت کا خیال رکھے تاکہ ان کی اصلاح مقصود ہو بے عزتی کرنا مقصود نہ ہو۔

زری اور حکمت عملی سے کام لے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور اگر تو ہوتا تند خو، سخت دل تو بکھر جاتے تیرے ارد گرد سے لوگ۔“

7- ممکن ہو تو ہر ایک شاگرد کو خدمت کا موقع دے۔

8- ہر ایک شاگرد کے ساتھ میٹھال و لہجہ رکھے اور خند و پیشانی کے ساتھ پیش آئے کیونکہ اخلاق محمدی ﷺ بھی کوئی چیز ہے۔

9- شاگرد کے سوال پر ناراض نہ ہوا اگرچہ اس کا سوال غلط ہو۔ جواب دیتے وقت حکمت سے سوال کی درستگی بھی کرے تاکہ شاگرد کی سب کے سامنے سبکی اور بے عزتی نہ ہو۔

11- شاگرد کے ساتھ ہنسی مزاح ایسی نہ ہو کہ کسی اور شاگرد کی عزت مجروح ہو۔

12- حتیٰ الوسع استاد طلباء کے ساتھ کاروباری لین دین نہ رکھے کیونکہ کاروبار میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے ت ہونے کا خطرہ ہے۔

13- سفر میں کسی نہ کسی شاگرد کو ضرور اپنے ساتھ رکھے تاکہ اسے خدمت کا موقع ملے۔

14- حتیٰ الوسع سفر خرچ خود برداشت کرے تاکہ شاگرد کے لئے نمونہ بن سکے۔

15- شاگرد پر سخاوت سے کام لے تاکہ وہ احسان مند رہے۔

## 16- اوقات کی حفاظت:

استاد خیال رکھے کہ اس کے شاگرد کا کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ تعلیمی اوقات اور تعلیمی ایام کے علاوہ بھی اس کی نگرانی کرے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ علمی کام ان کے ذمے لگا دے تاکہ خالی اوقات اور چھٹیوں کے ایام بھی ضائع نہ ہوں۔ شاگردوں سے کہیں کہ وہ اس کام کو تحریری شکل میں مکمل کریں اور چھٹیوں کے بعد وہ کام چیک ضرور کریں۔

## 17- طلباء کو مدرسہ کے ماحول سے مانوس کریں:

اساتذہ کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ طلباء و طالبات کو مدرسہ کے ماحول سے مانوس کریں۔ طلباء مختلف ماحول سے آتے ہیں، مختلف شہروں اور مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے طلباء جب ایک ماحول میں اکٹھے ہوتے ہیں تو انہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں سب سے پہلا اور بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ”جامعہ میں دل نہیں لگتا“۔ اس کے لئے اساتذہ کرام کو انتہائی شفقت کا مظاہرہ کرنا چاہیے ہر طالب علم کو ادی توجہ دیں اور ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھتا رہے ہو سکتا ہے کہ استاد کا پر شفقت رویہ طالب علم کو علمی منازل سے قریب کر دے۔ بعض اوقات استاد کا ترش رویہ بچے کو علم سے محروم کر دیتا ہے۔

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم نے ایک لڑکے کا سبق آموز واقعہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انگلینڈ سے ایک لڑکا اسلام آباد کسی مدرسے میں قرآن مجید پڑھنے لگ گیا۔ کسی قاری صاحب نے اسے ڈنڈے لگائے تو وہ باغی ہو گیا اور مسجد کے باہر انگریزی میں یہ لکھ کر گیا:

I hate Qari (میں قاری سے ت کرتا ہوں)

I hate Pakistan (میں پاکستان سے ت کرتا ہوں)

I hate Islam (میں اسلام سے ت کرتا ہوں)

کے خبر کے ڈبو چکی کتنے

فقیر و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

ڈنڈے لگانا یا طنز کا سانسہ بنانا اصلاح و تربیت کا طریقہ نہیں اس سے بچا استاد اور مدرسہ سے ت کرنے لگتا ہے۔ اساتذہ کرام

کو چاہیے کہ بچوں کو محبت، شفقت اور اپنائیت دیں اور انہیں مدرسہ کے ماحول سے مانوس کریں۔

## 18۔ اساتذہ کرام شاگردوں سے بالکل فری نہ ہوں:

طلباء کے ساتھ بات بات پر ہنسنا، تہقہ لگانا اور فضول بولتے رہنا اساتذہ کے وقار اور دبدبہ کو ختم کر دیتا ہے اور طلباء فری ہو جاتے ہیں۔ رعب اور دبدبہ سے مراد یہ نہیں کہ بچوں پر اتنا پڑ ہو کہ نہ تو کوئی سوال کر سکیں اور نہ ہی اپنا مسئلہ بیان کر سکیں بلکہ نرمی و شفقت اس قدر ہو کہ وہ استاد کو اپنے باپ سے زیادہ مہربان سمجھیں اور اپنی ہر بات استاد سے کر سکیں اور اس کے ساتھ مناسب حد تک رعب ہو تا کہ طلباء استاد سے فری ہونے کی کوشش نہ کریں۔ اگر طلباء اپنے اساتذہ سے فری ہو گئے تو پھر اصلاح و تربیت کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے فری ہونے کے بعد ادب آداب کا خیال رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور شاگرد میں نافرمانی آ جاتی ہے پھر چاہنے کے باوجود اس کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے اس لئے شاگردوں کا اپنے استاد سے فری ہونے کی کوشش کرنا انتہائی نقصان دہ ہے۔

ہمارے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جو استاد بچوں کے ساتھ فری ہو جائے گا وہ انہیں بہت جلدی بگاڑ دے گا اور بچوں کے دلوں میں جو استاد کا ادب و احترام ہوتا ہے وہ بھی نکل جائے گا۔

## 19۔ استاد کا رویہ، علم سے دوری یا حصولِ علم کا ذریعہ ہے:

استاد کا شاگرد سے تعلق اس کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس کے ضمن میں ایک واقعہ ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:

### محبت و شفقت کی کاری

ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”1980ء کی بات ہے کہ میرے دل میں قرآن مجید حفظ کرنے کا جذبہ شدت سے بیدار ہوا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ سب جا تھے کہ میں ایک ذہین لڑکا ہوں۔ چنانچہ ہمارے محلے کے ایک قاری صاحب مجھے اور میرے دوست کو ایک رہا مدرسہ میں داخل کروائے۔ یہ میری زندگی کا پہلا سفر تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کی لگن اپنی جگہ موجود تھی لیکن والدین اور ماحول سے جدائی کا احساس ایک قدرتی بات تھی۔ چنانچہ ہم دونوں خاصے افسردہ تھے۔ ہمیں جو استاد ملے ان کا رویہ ہم سے کبھی دوستانہ یا مشفقانہ نہیں تھا وہ جب بھی میرا حال پوچھتے تو ساتھ کوئی طنزیہ جملہ کہتے وہ اکثر سوال کرتے تھے کہ آیا مزہ قرآن حفظ کرنے کا؟ مجھے ان کے طنزیہ لہجے کی وجہ سے ان سے چڑسی ہونے لگی۔ ایک دن انہوں نے کلاس میں اسی طنزیہ لہجے میں کہا کہ ”کیوں میاں گھریا د رہا ہے؟ گھر جاؤ گے؟“ میں ان کے اس مذاق کو ہمدردی سمجھا اور خوش ہو کر کہا کہ ”استاد جی میں واقعی چند دنوں کے لیے گھر جانا چاہتا ہوں۔“ انہوں نے ایک زوردار تہقہ لگایا اور بولے ”میاں کیا حفظ کرنے کو تم خالہ جی کا گھر سمجھتے تھے بھول جاؤ اب گھر کو۔“ میری جماعت کے سارے ساتھی ہنسنے لگے۔ ان کا مذاق اور ساتھیوں کی ہنسی تیر بن کر میرے سینے میں پیوست ہو گئی اور میں نے مدرسہ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا چنانچہ میں چھپ کر مدرسہ سے گھر آ گیا اور والد صاحب کو حقیقت حال بتائی۔ ایک غیر مشفق استاد کے رویے نے میرا حفظ قرآن بننے کا خواب چکنا چور کر دیا۔

میٹرک کے امتحان کے بعد میں نے پھر اس جذبے کو اپنے دل میں موجزن پایا کہ میں حافظ قرآن بنوں چنانچہ ہم چار ساتھی ایک مدرسے میں چلے گئے۔ وہاں پر بھی ہمیں سخت مزاج اور روکھے پھیکے رویے والے استاد ملے۔ ایسا ماحول تھا کہ دو بیٹھے بولوں کو ترس



گئے تھے۔ پڑھنے میں ذرا بھی جی نہیں لگتا تھا۔ بالآخر ہم چاروں نے یہاں سے بھی بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے سوچا شاید حفظِ قرآن میرے نصیب میں نہیں لیکن عید الاضحیٰ سے ایک دو دن پہلے ہمارے مدرسہ کے عربی کے استاد صاحب نے ہمیں بلایا انہوں نے سلام کرنے کے بعد ہمارے سروں پر انتہائی شفقت سے ہاتھ پھیرا اور بولے:

”بچو! میں اپنے کام میں مصروف رہتا ہوں تم لوگوں سے ملنا بھی یاد نہیں رہا یہ تمہارا فرض ہے کہ استاد کو اپنا باپ سمجھو اور اگر کوئی تکلیف ہو تو بے دھڑک آ کر بتاؤ۔ بس بچو! حفظِ قرآن ذرا اہمیت کا کام ہے تمہیں مشکل لگے گا چھوڑنا مت۔ کھانے پینے کا خیال رکھا کرو۔ شاباش! مجھے تم لوگوں سے بہت سی امیدیں ہیں۔“

ایسے مشفق لہجے اور میٹھے الفاظ سننے کے لیے ہم کب سے ترس رہے تھے۔ ان چند جملوں نے ہمارے اندر نئی روح پھونک دی اور ہم نے مدرسہ چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا اور ذوق و شوق کے ساتھ اسی مدرسے میں قرآن حفظ کیا اور آج میں خود استاد کے عہدے پر فائز ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں جو کچھ ہوں اپنے مشفق استاد کے ان چند جملوں کی وجہ سے ہوں جنہوں نے ہمیں پردیس میں اپنائیت کا احساس دلایا۔ میں سارے اساتذہ کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ بچوں کو پڑھانے میں صرف محبت اور شفقت ہی کارگر ثابت ہوتی ہے۔“ ان تین اصولوں کو زندگی کا مقصد بنانا چاہیے جس کی برکت سے زندگی گزارنا بہت آسان ہو جائے گا۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم  
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

(مثالی استاد)

## 20۔ طالب علم کی عیادت:

شاگرد اگر بیمار پڑ جائے تو استاد اس کی حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے عیادت کرے، اس کے لئے دعا کرے اور اگر استطاعت ہو تو دوا بھی کرے۔ استاد اور بڑے لوگوں کی تیمارداری سے شاگردوں کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ نفسیاتی طور پر مریض خود کو بیمار محسوس نہیں کرتا۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے کہ کسی کی خوشی میں شریک ہونے سے اس کی خوشی بڑھ جاتی ہے اور کسی کے غم میں شریک ہونے سے اس کا غم گھٹ جاتا ہے۔

## باب: 7

## مثالی استاد کی مؤثر خصوصی صفات

## مثالی استاد بننے کے مؤثر طر :

استاد شاگرد کے لئے رول ماڈل اور راہنما ہوتا ہے۔ اچھا شاگرد اپنے استاد کی پیروی کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک شاگرد جب استاد بنتا ہے اور مسند پر بیٹھتا ہے تو اس کے ذہن میں اپنے استاد کا خاکہ ہوتا ہے کہ ہمیں ہمارے استاد صاحب نے یہ سبق کیسے پڑھایا؟ استاد صاحب کن صفات کے حامل ہیں؟ وہ یہ ساری چیزیں سامنے رکھتے ہوئے اپنے شاگردوں کی تربیت کرتا ہے۔ اگر وہ استاد خود ایک مثالی استاد کا شاگرد رہا ہوگا تو یقیناً مثالی استاد ہی بننے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے ہر استاد کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مثالی صفات سے متصف کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس کے شاگرد بھی اس کی Copy کر کے آنے والے وقت میں مثالی استاد بن سکیں۔

اساتذہ کرام کی مثالی صفات میں کچھ خصوصی صفات ہیں اور کچھ عمومی صفات ہیں۔ تمام اساتذہ کرام کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان صفات سے متصف کرنے کی کوشش کریں تاکہ تربیت یافتہ اساتذہ کرام اپنے نونہال شاگردوں کی بہترین تربیت کر سکیں۔

## استاد کی خصوصی صفات:

اساتذہ کرام کی خصوصی صفات میں چند صفات کا ہونا اساتذہ کرام میں بہت ضروری ہے ان کے بغیر ایک استاد مثالی استاد نہیں ہو سکتا۔

## 1- استاد میں تقویٰ ہونا کیوں ضروری ہے؟

تقویٰ انسان کا اصل زیور ہے خاص کر معلم کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ تقویٰ کا معنی یہ ہے کہ خلوت و جلوت میں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا۔ بعض لوگ جلوت میں متقی ہوتے ہیں لیکن خلوت میں تقویٰ نہیں ہوتا۔ تقویٰ تو نام ہی خلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ہے۔ سب کے سامنے تو سب متقی بن جاتے ہیں لیکن خلوت اور تنہائی میں کوئی کوئی متقی ہوتا ہے اس لئے ان آؤں کی بڑی قیمت ہوتی ہے جو خلوت میں اللہ کے خوف کی وجہ سے بہہ نکلیں۔ تقویٰ کے بڑے اثرات و فوائد ہیں۔ متقی عالم و عالمہ کی ایک الگ ہی شان ہوتی ہے اس کے علم کو خوب چار چاند لگتے ہیں اور شاگرد خوب استفادہ کرتے ہیں۔ اس کے تمام مسائل خود بخود حل ہوتے ہیں۔ تقویٰ والوں کے ساتھ اللہ کے وعدے ہیں بظاہر کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن سب کچھ مل جاتا ہے۔

## اساتذہ کے لئے خوفِ خدا کیوں ضروری ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وہ اپنے رب کو خوف اور امید کی وجہ سے پکارتے ہیں۔“ (السجدہ 61)

اس ڈر کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف کی ہے، چنانچہ فرمایا:

”اللہ تعالیٰ جو ان کے اوپر ہے، اس سے یہ لوگ ڈرتے ہیں۔“  
میں نے استاد ابوعلی دقاق کو فرماتے سنا کہ خوف کے تین مرتبے ہیں:  
1- خوف 2- خشیت 3- ہیبت  
خوف ایمان کی شرط ہے اور یہ ایمان کا تقاضا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”اگر تم مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔“  
اور خشیت علم کی شرط ہے:

”اللہ کے بندوں میں سے صرف عالم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔“  
اور ہیبت معرفت کی شرط ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔“  
نوٹ: خوف سے حقیقی ایمان پیدا ہوتا ہے، خشیت سے علم پیدا ہوتا ہے اور ہیبت سے معرفت پیدا ہوتی ہے۔

## خائف نہیں آتے:

کسی نے فضیل بن عیاضؒ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ ہمیں خائف اسان نہیں آتے؟ فرمایا: اگر تم خود خائف ہوتے تو تمہیں خائف آ جاتے۔ خائف کو خائف ہی دیکھ سکتا ہے اور جس عورت کا بچہ مر گیا ہو، وہی کسی ایسی عورت کو دیکھنا پسند کرتی ہے جس کا بچہ مر گیا ہو۔

## دوزخ کا خوف:

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: ابن آدم بے چارہ اگر دوزخ سے اس طرح ڈرتا رہتا جس طرح وہ غربت سے ڈرتا ہے تو جنت میں جاتا۔

## عجیب معرفت:

شاہ کرمائیؒ فرماتے ہیں: ”خوف کی علامت دا غم ہے۔“  
ابوالقاسم حکیم نے کہا: ”جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بھاگ کر اللہ ہی کی طرف آتا ہے۔“



کسی نے ذوالنون مصریٰ سے پوچھا: ”بندے کے لئے خوف کی راہ کب آسان ہوتی ہے؟ فرمایا: ”جب وہ اپنے آپ کو بمنزلہ ایک بیمار کے سمجھے تو وہ اس ڈر سے کہ کہیں بیماری طول ہی نہ پکڑ جائے ہر چیز سے پرہیز کرتا ہے۔“

ایک صوفی فرماتے ہیں: ”خوف کی علامت اضطراب، اور باب الغیب (اللہ کے در) پر ٹھہرنا ہے۔“

### تباہ و برباد:

ابوسلیمان دارائی فرماتے ہیں: ”جس دل سے خوف ہٹ گیا، تباہ ہو گیا۔“

### سچا خوف:

ابو عثمان کہتے تھے: سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔“

### گمراہی کی ابتداء:

حضرت ذوالنون مصریٰ فرماتے ہیں: ”جب تک لوگوں کے (دلوں سے) خوف زائل نہیں ہوتا، وہ صحیح راستے پر رہتے ہیں، جو نہی خوف زائل ہوا، بھٹک گئے۔“

### عبادت کی ز سب:

حضرت حاتم اصم فرماتے ہیں: ”ہر چیز کی ز سب ہوتی ہے اور خوف عبادت کی ز سب ہے۔ خوف کی علامت امیدوں کو کم کرنا ہے۔“

### پیشی کا ڈر:

کسی شخص نے بشر حافی سے کہا میرا خیال ہے کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں، فرمایا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا بڑی سخت چیز ہے۔“

### موت کے بعد کی منزلیں:

میں نے استاد ابوعلی دقاق کو فرماتے سنا ہے کہ میں امام ابو بکر بن فورک کی عیادت کے لئے گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ رو پڑے میں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ اساء اللہ آپ کو شفا کرے گا۔“ فرمایا ”آپ خیال کرتے ہیں کہ موت سے ڈرتا ہوں (ہرگز نہیں) میں تو موت کے بعد پیش آنے والے امور سے ڈرتا ہوں۔“

### نوٹ:

اسان کو خوف خدا کا غلبہ غفلت اور جوانی میں ضروری ہے تاکہ عمل کی تحریک پیدا ہو، بڑھاپے اور بیماری میں امید کا غلبہ ہو، تاکہ فضل ہو جائے۔ جوان دونوں کیفیات سے فارغ ہے اس کا ایمان ہی سے فارغ ہونے کا ڈر ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، وہ لوگ جو عمل بھی کرتے ہیں، پھر بھی ان کے دل خائف رہتے ہیں، ان سے کیا مراد ہے؟ آیا یہ وہ لوگ ہیں جو چوری یا زنا کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں۔ فرمایا:

نہیں اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، زپڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں، انہیں ڈر رہتا ہے کہ کہیں یہ نامقبول نہ ہو جا۔“

## دل کا ملکہ:

ابن مبارکؒ فرماتے ہیں: ”جو چیز خوف کو بھڑکاتی ہے کہ وہ دل میں جاگزین ہو جائے، تو یہ ظاہر و باطن ہر دو حال میں دل کی دا نگہبانی کرنا ہے۔“

## سچے خوف کی علامت:

ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں: ”جب خوف دل میں جاگزین ہو جاتا ہے تو دل کی خواہشات کی جگہ کو جلا دیتا ہے اور دل سے د کی رغبت بھی نکال دیتا ہے۔“

## نوٹ:

- 1- سچے خوف خدا سے خواہشات شہوات اور وسوسے سب ختم ہو کر اللہ کو راضی کرنے کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ یہی روح اس کا خلاصہ ہے۔
- 2- حکمت کی جڑ:
- 3- جو لوگ آخرت کے عذاب اور قبر کی سختیوں کا خوف نہیں رکھتے ان کا اس میں ضرور مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ اگر بچنے کی امید ہوتی تو وہ ضرور خوف کھاتے اور بچنے کی فکر کرتے۔

## خوف کا فائدہ:

حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں: ”خوف و رجاء نفسوں کے لئے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں، تاکہ س رعونت و تکبر اختیار نہ کریں۔“

## معرفت کی باتیں:

جو شخص اللہ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہے یا اللہ کے سوا کسی اور سے امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ہر چیز کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اس پر خوف کو مسلط کر دیتا ہے اور اسے ستر پردوں کے پیچھے چھپا دیتا ہے، جن میں آسان ترین پردہ شکوک و شبہات ہیں۔

## غفلت کا علاج:

اگر اور شیطان پر خوف خدا کا کوڑا نہ رکھا جائے تو یہ دشمن آسان کو وسوساں اور غفلت اور د کی محبت میں پھنسا دیتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے فرشتے کا نپتے ہیں:

کہتے ہیں کہ جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے رائدہ درگاہ بنا دیا تو جبریل اور میکا ایک مدت تک روتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رونے کا سبب دریافت کیا، تو عرض کیا: ”اے رب! ہم آپ کی ہیبت اور خوف سے ڈرتے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

”تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے، میرے حیلوں سے نڈر نہ ہو جانا۔“

## باکمال لوگ:

حضرت ابو حفصؒ فرماتے ہیں: ”چالیس سال سے اپنے دل میں یہی اعتقاد لئے ہوئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری طرف ناراضگی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور میرے اعمال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔“

تیری سزا ہے نوائے سحر سے محرومی  
مقامِ شوق و سرور و سے محرومی

## نوٹ:

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکی کو بالکل نہ دیکھیں یہی نیک بننے کی کنجی ہے۔

## دعائے خوف:

امام احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے لئے خوف کا دروازہ کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ پھر مجھے اپنی عقل کے چلے جانے کا ڈر ہوا تو میں نے کہا: خدایا! اس قدر خوف دے جس کی میں طاقت رکھ سکوں، اس پر خوف تھم گیا۔

## 2- استاد کا اپنے علم پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے:

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں:

”بے عمل عالم کی نصیحت کا اثر دل پر ایسے ہوتا ہے جیسے بارش کا سنگلاخ چٹان پر، جس طرح بارش سنگلاخ چٹان پر کوئی سبزہ نہیں اگاتی اسی طرح بے عمل استاد کی نصیحت شاگرد کے دل میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں لاتی۔“ (آداب المعلمین)

لہذا ایک استاد کا اپنے علم پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

”باتیں بنانا سب جاہلین اچھا وہی ہے جس کا قول و فعل یکساں ہو۔“

## 3- استاد میں محبتِ الہی کیوں ضروری ہے؟

محبتِ الہی کا حصول ہی حقیقی مقصود و مطلوب ہے۔ اگر دینی تعلیم کے حصول میں محبتِ الہی کا جذبہ نہ ہو تو وہ علم نہیں محض معلومات ہیں کیونکہ علم تو وہ ہے جو مالکِ حقیقی، محبوبِ حقیقی کی معرفت کرا دے۔

حضرت احمد بن الحارثیؒ نے تیس سال تک علم حاصل کیا جب فراغت کا مرحلہ آیا تو اپنی تمام کتابوں کا ذخیرہ لے جا کر سمندر میں غرق کر دیا اور فرمانے لگے اے علم! میں نے یہ سب کچھ نہ تو تیری ذلت کی خاطر کیا اور نہ ہی تیری تحقیر مقصود تھی بلکہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ میں نے علم طلب کیا تھا کہ اس کے ذریعے سے میں اپنے رب تک رہنمائی پالوں پس جب کہ وہ راہنمائی مجھے نصیب ہو چکی تو اب میں تجھ سے بے پرواہ ہو گیا۔“

واقعہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اساتذہ کے لئے اصل مقصد فقط اشاعتِ علم نہیں بلکہ محبتِ الہی و معرفتِ الہی کا حصول ہونا

چاہیے درس و تدریس تو فقط اس کا ذریعہ آلہ ہے۔

## اساتذہ کے لئے محبتِ الہی کیوں ضروری ہے؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ کی قات کی خواہش کرتا ہے، اللہ بھی اس سے قات کی خواہش کرتا ہے، اور جو اللہ کی قات کی خواہش نہیں کرتا، اللہ بھی اس سے قات کی خواہش نہیں کرتا۔“

### بہترین محبت:

بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا، یہ ایک حالت ہوتی ہے جسے بندہ اپنے دل میں پاتا ہے، اسے عبارات اور الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ بعض اوقات یہ حالت اسان کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی رضا کو ترجیح دینے پر مجبور کرتی ہے اور اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ اس کی جدائی پر صبر نہ کر سکے، اور اس کی طرف جانے کا جوش پایا جائے اور اس کے بغیر قرار حاصل نہ ہو اور دل سے ہمیشہ اس کا ذکر کر کے انس حاصل کیا جائے۔

### محبت کی تعریف:

- ☆ ایک صوفی کا قول ہے کہ مشتاق دل کے ساتھ دا میلان کا نام محبت ہے۔
- ☆ نیز کہا گیا ہے کہ محبوب کی خاطر تمام مال و دولت کو قربان کر دینا محبت ہے۔
- ☆ محبوب کی موجودگی اور عدم موجودگی کی موافقت کرنا محبت ہے۔
- ☆ دل کا اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہونا محبت ہے۔
- ☆ اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں احترام میں کمی نہ ہو محبت کہلاتا ہے۔
- ☆ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اپنی کثیر چیز کو قلیل سمجھنا اور محبوب کی قلیل چیز کو بھی کثیر سمجھنا، محبت ہے۔
- ☆ ابو عبد اللہ قرشیؒ فرماتے ہیں: حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنی آپ کو کلیتاً محبوب کے حوالے کر دے، یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔
- ☆ شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لئے کہا گیا کہ یہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو نحو کر دیتی ہے۔
- ☆ حضرت شمعونؒ فرماتے ہیں کہ محبت کرنے والے د اور آخرت کا شرف حاصل کر گئے کیونکہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اس کو محبت ہو۔“

☆ حضرت حسین بن منصورؒ فرماتے ہیں: ”حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے تمام اوصاف کو بالائے طاق رکھ کر اپنے محبوب کے ساتھ قائم رہے۔“

☆ محمد بن فضلؒ فرماتے ہیں: ”محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے۔“

☆ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: ”محبت یہ ہے کہ خواہ تجھے محبوب سے کچھ بھی نہ ملے، پھر بھی تمہارا میلان اسی کی طرف رہے۔“

☆ حضرت حارث محاسبؒ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ تو ہمہ تن کسی چیز کی طرف مائل ہو جائے، پھر اپنا روح اور مال سب

اس پر قربان کر دے، پھر ضروری ہے کہ ظاہر و باطن میں تو اس کی موافقت کرے۔ بایں ہمہ تو یہ خیال کرے کہ تو نے اس کی محبت میں کوتاہی کی ہے۔

☆ حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ دو افراد کے درمیان اس وقت صحیح محبت ہو نہیں سکتی جب تک وہ ایک دوسرے کو کہہ کر نہ پکارتیں۔

۔ من تن شدى تو جاں شدم

☆ کہا گیا ہے کہ محبت دل میں ایک آگ ہوتی ہے جو محبوب کی مراد کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے۔

☆ کہا گیا ہے کہ محبت یہ ہے کہ تو اپنے محبوب کے لئے پوری کوشش صرف کر دے اور پھر محبوب کا جو دل چاہے کرتا رہے۔

☆ حضرت ابو یعقوب سوسیؒ فرماتے ہیں: ”محبت صرف اسی وقت درست ہو سکتی ہے، جب محبت اپنی محبت کی طرف نہ دیکھے، بلکہ اپنی محبت کا علم مٹا کر اپنے محبوب کے دیدار کی طرف لگا رہے“

☆ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: ”ہر وہ محبت جو کسی غرض کے لئے ہے، جب وہ غرض جاتی رہے گی تو محبت بھی جاتی رہے گی۔“

### حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی:

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جب میں کسی بندے کے دل کی طرف دیکھتا ہوں اور اس میں د اور آخرت کی محبت نہیں پاتا تو اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں۔

حضرت ابوالقاسم القشیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے استاد ابو علی دقاقؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی: ”کسی ایک آسمانی کتاب میں ہے: اے میرے بندے! تیری قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ تجھے میری قسم، تو بھی مجھ سے محبت رکھ۔“

☆ حضرت ابن کہتے ہیں کہ ”محبت یہ ہے کہ تو ہمیشہ اپنے آپ کو عتاب کرتا رہے کہ تو اللہ سے غافل ہے۔“

☆ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: ”محبت اگر رائی بھر بھی ہو تو مجھے وہ ستر سالہ ایسی عبادت سے جو بغیر محبت کے ہو، محبوب ہے۔“

### حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی:

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! جب تک کسی اور کی محبت کسی دل میں پائی جاتی ہو، اس وقت تک میں نے اس بات کو حرام قرار دے دیا ہے کہ میری محبت اس دل میں داخل ہو۔“

ابوسعید خدریؒ سے حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”میں نے نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے معاف کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے اس قدر مشغول کر رکھا ہے کہ آپ کی محبت کی طرف دھیان نہیں آتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے برکت والے اسان! جس نے اللہ سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی۔“

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں: ”عارف کافق یہ ہے کہ عارف اپنی نگاہ، زبان اور کانوں کو د کے اسباب اور منافع کی طرف لگائے۔ محبین کی خیانت یہ ہے وہ اپنی خواہشات کو آئندہ آنے والے حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر ترجیح دیں، اور مریدین کا کذب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دیدار پر مخلوق کا ذکر اور دیدار غالب آ گیا ہو۔“

#### 4- اساتذہ میں اخلاص سب کیوں ضروری ہے؟

مثالی استاد کی خصوصی صفات میں انتہائی اہم صفت اخلاص سب ہے۔ اساتذہ کرام کو چاہیے کہ تعلیم و تعلم میں اپنی کوئی فاسد سب اور دنیوی غرض نہ ہو، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور اپنی آخرت درست کرنے کے لئے اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کے لئے دعوت و تدریس کا شعبہ اختیار کریں۔

جاننا چاہیے کہ اربابِ قلوب پر ایمان کی بصیرت اور قرآن کے نور سے یہ منکشف ہو چکا ہے کہ علم و عمل کے بغیر سعادت کا حصول ممکن نہیں ہے، مفہوم حدیث ہے کہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں سوائے اہل علم کے اور تمام اہل علم ہلاک ہونے والے ہیں سوائے اصحابِ عمل کے، تمام اصحابِ عمل ہلاک ہونے والے ہیں سوائے مخلصین کے اور مخلصین بڑے خطرے میں ہیں۔ عمل بغیر سب کے مشقت ہے اور سب بغیر اخلاص کے ریاء ہے، ق ہے، معصیت ہے لہذا علم سیکھنے اور سکھانے میں سب سے پہلے اپنی سب میں اخلاص پیدا کریں۔

#### 5- سب میں رضائے الہی کیوں ضروری ہے؟

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ تعلیم و تعلم میں اپنی سب اول رضائے الہی کی رکھیں کیونکہ اللہ کی رضائی مطلوب و مقصود ہے یہی وہ مقام ہے جو صحابہ کرام کو حاصل ہوا:

”اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اللہ تعالیٰ کی رضائی سب سے بڑی چیز ہے۔“

حدیث شریف میں ہے کہ جب عالم کا مقصد اپنے علم سے رضا الہی ہوگا تو ہر چیز اس سے ڈرے گی۔

معلوم ہوا کہ علم سے مقصود اپنی عزت و وقعت نہ ہونی چاہیے نہ یہ کہ شاگرد یا دوسرے لوگ ہمیں دیکھ کر کھڑے ہوں گے، نہ یہ کہ لوگ عالم جان کر یا شاگرد استاد سمجھ کر ہدایا، تحفے تحائف پیش کریں گے بلکہ علم سے مقصود صرف رضائے الہی ہونا چاہیے۔

#### 6- استاد میں فراست باطنی کیوں ضروری ہے؟

حدیث مبارکہ ہے

”مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔“

فراست اصل میں وہ نورِ باطنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر ہوتا ہے۔ اساتذہ کرام کو اپنے اندر فراست باطنی پیدا کرنے کے لئے خصوصی طور پر نیک اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے۔

## اساتذہ کے لئے فراست کیوں ضروری ہے؟

### فراست کیا ہے؟

استاد ابوعلی دقاقؒ فرماتے تھے کہ فراست ایک خیال ہے جو دل پر طاری ہوتا ہے اور ہر متضاد خیال کو نکال دیتا ہے اور دل پر اسی کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں: ”فراست وہ اٹھتے ہوئے انوار ہیں جو دلوں میں چمکتے ہیں اور ایسی معرفت ہے جو غیبوں میں سے ایک غیب سے دوسرے غیب تک رازوں کو اٹھائے ہوتی ہے، یہاں تک کہ صاحب فراست اشیا کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح حق تعالیٰ سبحانہ اس کو دکھاتا ہے۔ اس طرح وہ مخلوق کے ضمیر کی باتیں بتانے لگتا ہے۔“

حضرت حسین بن منصورؒ فرماتے ہیں: ”جب کسی دل پر غلبہ حق ہو جاتا ہے تو اللہ اسے اسرار کا مالک بنا دیتا ہے چنانچہ وہ ان اسرار کا معائنہ کرتا ہے اور ان کی خبر دیتا ہے۔“

حضرت احمد بن عاصم انطاکیؒ فرماتے ہیں، جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو نیک نیتی سے بیٹھو کیو یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے دلوں میں اس طرح داخل ہوتے اور نکلتے ہیں کہ تم محسوس بھی نہیں کر پاتے۔“

حضرت ابو جعفر حدادؒ فرماتے تھے ”پہلا خیال جس میں کوئی تعارض نہ پایا جائے فراست کہلاتا ہے، اگر اسی قسم کا کوئی اور معارض خیال ہو تو وہ خاطر اور حدیث کہلائے گا۔“

### حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عثمانؓ:

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ راستے میں انہوں نے ایک عورت دیکھی جس کے حسن کو انہوں نے غور سے دیکھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ”تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور زنا کے آثار ان کی آنکھوں سے واضح ہوتے ہیں۔“ میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی نازل ہوئی ہے فرمایا: ”نہیں! یہ بصیرت، برہان اور سچی فراست ہے۔“

### 7۔ خصوصی صفت، اعلیٰ اخلاق:

اساتذہ کرام کی خصوصی صفات میں بہت اہم صفت اعلیٰ اخلاق ہے۔ معلم ہونا اور اعلیٰ اخلاق ہونا، بعثتِ نبوی ﷺ کے عظیم مقاصد میں سے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔“ اور دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

”مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔“

دونوں احادیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ ایک معلم کے لئے اعلیٰ اخلاق کا ہونا کامل طور پر انتہائی ضروری



ہیں۔ اعلیٰ اخلاق میں تحمل اور بردباری سب سے اوچیز ہے۔ اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلباء کے ساتھ انتہائی اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ مسکرا کر ملیں اور ان کی کمیوں کو تابیوں اور فضول حرکتوں کو انتہائی تحمل سے برداشت کریں ان پر مشتعل نہ ہوں بلکہ ٹھنڈے دل دماغ سے اس کی اصلاح کرنے کی تدبیر کریں۔ سخت اور تحقیر آمیز لہجہ طلباء کو استاد سے ہی متنفر کر دیتا ہے اور جب طلباء کے دل میں تنفر پیدا ہو جائے تو پھر اصلاح احوال ممکن نہیں بلکہ طلباء ایسے استاد کے قریب ہی نہیں آتے۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب ﷺ سے ارشاد فرمایا

”اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو یہ (صحابہ کرامؓ) آپ کے ارد گرد سے بکھر جاتے۔“  
لہذا اساتذہ کرام کو بھی اپنے اندر تمام اعلیٰ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اعلیٰ اخلاق حاصل ہوں۔

## 8۔ دعوتِ دین کا درد:

اساتذہ کی خصوصی صفات میں بہت ضروری صفت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر دعوتِ دین کا درد ہو۔ دعوتِ دین کا درد وہ جذبہ ہے جو اپنا تن من دھن ہر چیز اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر قربان کرنے کے لئے اسان کو تیار کر دیتا ہے۔ جب تک استاد کے اندر یہ جذبہ پیدا نہیں ہوگا اس کے اندر محنت، شوق اور جانی سے کام کرنے کا ذوق پیدا نہیں ہو سکے گا۔ استاد کو چاہیے کہ اس کے لئے پوری محنت کرے کہ اس کا ہر شاگرد دین کا بہترین داعی بن کر نکلے تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین ہر گھر تک پہنچے، ہر در تک پہنچے۔ یہ دعوتِ دین کا درد ہی ہے جو استاد کو چلتا پھرتا مدرسہ بنا دیتا ہے۔ بعض اساتذہ خود تو دعوتِ دین کا درد رکھتے ہیں لیکن دوسروں تک منتقل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یاد رکھیں! یہ درد آپ کے پاس ایک امانت ہے جو دوسروں تک پہنچانا آپ پر فرض ہے اگر دوسروں تک آپ نے یہ جذبہ اور درد نہ پہنچایا تو آپ مجرم ہوں گے کیونکہ آپ نے اپنا فرض منصبی ادا نہ کیا۔ لہذا دعوتِ دین کا درد خود بھی سیکھیں اور دوسروں کو بھی سکھائیں۔

اس سلسلے میں اس عاجز کی ایک کتاب ”دعوتِ دین کا درد“ بہت مؤثر اور نافع ہے اس کا مطالعہ کریں اور اپنے شاگردوں کو بھی دعوت سکھانے کے لئے اس کتاب کا کورس مکمل کروادیں تو بہت فائدہ مند ثابت ہوگا یہ ہمارا اپنا تجربہ ہے۔ ہم اپنے جامعہ میں خصوصاً دعوتی کورس میں اس کتاب کو ضرور پڑھاتے ہیں اور اس کتاب کو پڑھنے کے بعد طالبات میں دعوت کا غیر معمولی جذبہ پیدا ہوتا ہے، اللہ کے دین کے لئے کام کرنے کا جذبہ اور دعوتِ دین کا درد پیدا ہوتا ہے۔

## 9۔ استاد کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم سمجھے:

عاجز نے تجربہ سے محسوس کیا کہ اکثر طلباء و طالبات زمانہ طالب علمی میں بہت عاجزی رکھنے والے اور اعلیٰ صفات کے حامل ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی ان کے نام کے ساتھ استاد کا لفظ لگتا ہے اپنی اوقات بھول جاتے ہیں اور اپنے بڑوں سے مقابلہ بازی پر اتر آتے ہیں۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلباء و طالبات کو تو ادب سکھائیں اور ادب سکھانے کی سب سے ان سے ادب کروا لیں لیکن اپنے دل میں ادب کروانے کی طمع و حرص نہ رکھیں یہ نہ چاہیں کہ ہر کوئی میرا ادب کرے، میری عزت کرے بلکہ اپنے دل میں اپنے آپ کو اب بھی طالب علم ہی سمجھیں۔ ہمارے حضرت شیخ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم اب بھی اپنے آپ کو ”ادنیٰ طالب علم“ کہہ کر بات



فرماتے ہیں۔ اساتذہ کرام کو بھی چاہیے کہ آخری دم تک اپنے آپ کو طالب علم اور خادم مدرسہ ہی سمجھے اور کہے۔  
حضرت عبداللہ بن مبارکؓ سے کسی نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مطلع فرما کہ آج شام کو آپ کی وفات ہو جائے گی تو اس روز کون سا عمل کریں گے؟ ارشاد فرمایا طلب علم کے لئے مستعد ہو جاؤں گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو کسی چیز کی زیادتی کی طلب کا امر نہیں فرمایا سوائے علم کے۔ ارشاد ربانی ہے:

”آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ میرا علم بڑھا دیجئے“

لہذا اساتذہ کرام کو بھی چاہیے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم بلکہ خادم سمجھے۔

## 10۔ جتنے بڑے بھی استاد بن جا اپنے اساتذہ و مشائخ کا ادب کریں:

استاد جتنا بھی بڑا استاد بن جائے اپنے استاد کا وہ شاگرد ہی ہوتا ہے بعض نئے اساتذہ مسند پر بیٹھنے کے بعد اپنے اساتذہ کی بے ادبیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں جو انتہائی محرومی اور شرم کی بات ہے۔ بڑوں کا ادب کرنا تو ہمارے اکابر کی ایک خاص امتیازی شان تھی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی قدس سرہ نے ایک مضمون کرنے کے لئے دیا اس میں ایک جگہ اء کی غلطی تھی جو حضرت سے سہواً لکھی گئی تھی۔ اب حضرت نانوتویؒ کا ادب دیکھیے کہ نہ تو اس لفظ کو غلط کیا کہ یہ علم کے خلاف اور عمدہ اخطا تھی اور نہ اس کو صحیح کیا کیونکہ اس میں حاجی صاحب کے کلام کی اصلاح تھی بلکہ اس لفظ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور حضرت سے عرض کیا کہ یہ لفظ سمجھ نہیں آیا اس لئے خالی جگہ چھوڑ دی۔ حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو غلط لکھا گیا پھر حضرت نے اس کو خود ہی درست کر دیا۔

## باب: 8

## اساتذہ کرام کی مؤثر عمومی صفات

## 1- تجربہ کار ہونا:

بہترین استاد دورِ طالب علمی ہی سے تدریس میں تجربہ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تعلیمی دور میں تکرار کروانے والا طالب علم یا طالبہ بہتر طر سے شاگردوں کو سبق سمجھا سکتا ہے۔ تجربہ میں پختگی حاصل کرنے کے لئے دوسرے کامیاب اساتذہ کے تجربات سے فائدہ اٹھانا بھی بہت نافع ہے۔ ان کے تجربات کا مطالعہ کرتے رہنے سے بھی تدریس میں تجربہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے مختلف بڑے بڑے اساتذہ کے اسباق کو سننا چاہیے۔

## 2- محنتی ہونا:

استاد کو چاہیے کہ طلباء و طالبات کی تعلیم و تربیت میں اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش و محنت صرف کر دے اور باقی معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے کہ اے اللہ میرے بس میں اتنی محنت کرنا تھی باقی تو مدد فرما، تو پھر غیب سے مدد شروع ہوگی۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ مجھے یوں حکم دیں کہ اے محمود حسن! تم آسمان پر چڑھ جاؤ تو میں کہوں گا کہ میں حاضر ہوتا ہوں اور پھر یہ کوشش کروں گا کہ د میں جو سب سے او پہاڑ ہے اس پر جا کر چڑھوں چاہے مجھے دس مہینے کا سفر کرنا پڑے پھر اس کی سب سے او چوٹی کے سب سے اونچے درخت پر چڑھ کر عرض کروں گا کہ اللہ یہاں تک تو میرے بس میں تھا آگے میرے بس میں نہیں اب آپ ہی مجھے آسمان پر پہنچا دیں۔ تو استاد بھی اپنی ہمت کے مطابق پوری محنت و کوشش کرے اور پھر معاملہ اللہ کے حوالے کر دے۔

## 3- عاجزی و انکساری:

عاجزی و انکساری تو وضع ایک ایسا وصف ہے جس کے ذریعے خود بخود دوسروں کے دل میں اسان کا مقام و مرتبہ بلند ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عاجزی اختیار کرنے والے کی عظمت خود دوسروں کے دلوں میں پیدا فرما دیتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

”جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتے ہیں۔“

اگر استاد عاجزی و انکساری اختیار کرے گا تو شاگردوں کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہوگی جس کی وجہ سے اصلاح و تربیت کرنا آسان ہوگا۔

## 4- وقار و متانت ہو:

استاد کو چاہیے کہ طلباء و طالبات کے سامنے اپنے وقار کو مجروح نہ ہونے دے لایعنی اور فضول حرکتیں اساتذہ کے وقار کو مجروح کرتی ہیں۔ خصوصاً شاگردوں کے سامنے تو لغویات استاد کے مقام کو بھی ان کی وں سے گرا دیتی ہیں استاد کو چاہیے کہ باوقار طر سے شاگردوں سے پیش آئے تاکہ ان کے دل میں استاد کا رعب رہے اور اصلاح و تربیت ممکن ہو سکے۔

## 5- بارعرب ہو:

استاد کے اندر نرمی اور شفقت اس قدر ہو کہ شاگرد استاد کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان سمجھیں اور اپنی ہر بات استاد سے کر سکیں لیکن اس کے ساتھ مناسب حد تک رعب ہو تا کہ طلبا استاد سے فری ہونے کی کوشش نہ کریں اور طلبا و طالبات اساتذہ کے درمیان وقار و سنجیدگی کی ایک حد قائم رہے۔ بات بات پر ہنسنا، قہقہے لگانا اور فضول بولتے رہنا اسان کے وقار اور دبدبہ کو ختم کر دیتا ہے۔ رعب اور دبدبہ سے مراد یہ نہیں کہ بچوں پر اتنا پر ہو کہ وہ نہ کوئی سوال کر سکیں اور نہ اپنا مسئلہ بیان کر سکیں بلکہ شفقت کے ساتھ سنجیدگی ہو۔

## 6- با اصول ہو:

استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ با اصول ہو۔ مدرسہ کے اصولوں کی پابندی کرنے والا ہو۔ اپنے اوقات کار کی پابندی کرنے والا ہو۔ ہر کام ٹائم ٹیبل کے مطابق اور بہترین اصولوں کے مطابق کرنے والا ہو، وہ استاد بہت کامیاب رہتا ہے۔ اس کے برعکس بے اصول اور اوقات کو ضائع کرنے والا استاد اپنے ماحول کو خراب کرتا ہے۔

## 7- نرم مزاج ہو:

استاد کو چاہیے کہ طلبا کے لئے نرم مزاج ہو اور طلبا کے ساتھ نرمی یہ ہے کہ سختی کے موقع پر سختی کی جائے اور نرمی کے موقع پر نرمی کی جائے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہر امر کو اس کے موقع محل میں رکھنے کا نام نرمی ہے۔ ضرورت ہو تو سختی برتے موقع ہو تو نرمی اختیار کرے۔ تلوار کا موقع ہو تو تلوار اٹھائے، کوڑے کی ضرورت ہو تو کوڑا استعمال کرے اس سے معلوم ہوا کہ مزاج میں نرمی اور سختی کی آمیزش ہونی چاہیے نہ صرف سختی مفید ہے اور نہ صرف نرمی کافی ہے بلکہ اعتدال ہی پسندیدہ ہے۔

## 8- خدمت کا جذبہ رکھنے والا ہو:

استاد کے اندر خدمت کا جذبہ ہونا بہت ضروری ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے خدا ملتا ہے۔ دین کی خدمت کا جذبہ ہو، طلبا کی خدمت کا جذبہ ہو، مدرسہ کی خدمت کا جذبہ ہو۔ جب اپنے آپ کو خادم یا خادمہ سمجھیں گے تو اللہ تعالیٰ تکبر سے بچائیں گے اور پھر د والوں کی میں معزز بننے کی ہوس دل سے نکل جاتی ہے اپنے اندر خدمت کا سچا جذبہ ہوگا تو شاگرد بھی خدمت میں آگے بڑھنے والے ہوں گے۔

## 9- اللہ کے ہاں قبول ہونے کی تڑپ رکھے:

ہم جو اعمال کرتے پھرتے ہیں وہ بھی ہماری طرح ناقص ہی ہیں۔ کوئی بندہ اپنے عمل پر ناز کر ہی نہیں سکتا کیونکہ ناقص، عمل بھی ناقص کرے گا۔ ہم اپنے آپ کو کچھ سمجھتے پھر یہ کہ میں مدرسہ میں حدیث پاک کا سبق پڑھا رہا ہوں، خا ہ میں بیٹھا اللہ اللہ سکھا رہا ہوں یا اقامت دین کے لئے بڑی کوششیں کر رہا ہوں تو ان اعمال پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں کر تو رہے ہیں اللہ رب العزت کی شان کے مطابق نہیں کر رہے لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم سب کچھ کر کے بھی اللہ رب العزت کے سامنے قبولیت کی دعا مانگیں اور قبولیت کی تڑپ رکھیں۔ قابلیت کے ساتھ ساتھ قبولیت سب سے زیادہ ضروری ہے۔

## 10۔ استاد طلباء کے لئے دعا کرنے والا ہو:

استاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلباء و طالبات کے لئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعا کرنے والا ہو۔ استاد کی دعا طلباء و طالبات کو ترقی و کامیابی کے آسمان تک پہنچا دیتی ہے۔ حضرت قاری رحیم بخش صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے طلباء نے مجھ سے مارکھانا تو سیکھ لیا لیکن راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعا کرنا نہ سیکھا۔ ہمارے اکابرین اساتذہ رو، رو کر اپنے طلباء کے لئے تہجد میں دعا کرتے تو پھر طلباء و طالبات بھی اولیاء اللہ اور اتقیا بنتے تھے۔ آج کل اساتذہ میں وہ ذوق و شوق اور خیر خواہی کا جذبہ باقی نہ رہا تو طلباء بھی بہت کم کام کے نکلے ہیں۔

## 11۔ ظاہری و باطنی صفائی کا خیال رکھے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”بیٹھک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

استاد کو بھی ظاہری اور باطنی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے اور اپنے ماحول، ارد گرد اور مدرسہ کو بھی پاک صاف رکھنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ ظاہری صفائی کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے۔ ظاہری صفائی کے لئے اپنے ارد گرد ماحول پر رکھے۔ کہیں گندگی آئے تو اسے آگے بڑھ کر خود صاف کرے اور باطنی صفائی کے لئے کسی متبع شریعت و سنت شیخ سے روحانی تعلق جوڑے۔

## 12۔ موبائل کے فضول استعمال سے بچے:

آج کل موبائل فونیا بہت عام ہے ہر خاص و عام اپنے پاس موبائل رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ راقم الحروف موبائل کے استعمال سے بالکل غافل نہیں کرتا لیکن اس کا فضول استعمال بہت نقصان دہ ہے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ شاگردوں کے سامنے بالکل فضول Messaging کرنا یا خواہ موبائل پر games وغیرہ کھیلنے سے پرہیز کریں اس سے شاگردوں کی تربیت پر برا اثر پڑتا ہے۔

## 13۔ شاگرد کی معمولی لغزشوں کی بھی اصلاح کرنا:

شاگرد اگر معمولی غلطی بھی کرے تو استاد کو چاہیے کہ اس کا تذکرہ کر کے اس کو سمجھائے۔ عموماً لوگ اپنے بچوں کی معمولی معمولی لغزشوں پر گرفت کرتے ہیں تاکہ بچہ خراب نہ ہو لیکن اس کے مقابلہ میں دوسروں کے بچوں کی بڑی بڑی غلطیوں کی طرف بھی توجہ نہیں دیتے نہ ان کو سمجھاتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ استاد اپنے شاگرد کو پر اپا بچہ سمجھ کر اس کی چھوٹی لغزشوں کی اصلاح چھوڑ دے ممکن ہے کہ چھوٹی لغزشوں سے بڑی لغزشوں کی طرف نکل پڑے۔

## 14۔ مدرسہ کے ہر کام کو عبادت سمجھ کر کرے:

بعض اساتذہ کرام کو دیکھا کہ مدرسہ کا کام کر کے مدرسہ کے منتظمین پر احسان جتلاتے ہیں کہ ہم تو مدرسہ کے کام کرتے ہیں ہمارا خصوصی اعزاز و اکرام ہونا چاہیے۔ یاد رکھیں مدارس اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کا ایک ذریعہ ہیں ان کے کام تو اللہ تعالیٰ کو رواتے ہیں اور کرواتے رہیں گے، اساتذہ کرام کو خصوصی طور پر شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اس عظیم عبادت کے لئے انہیں قبول

فرمالیا اور ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ریا کاری کی وجہ سے رد ہی نہ ہو جا۔ لہذا مدرسہ کی خدمت احسان سمجھ کر نہیں عبادت سمجھ کر کریں۔

## 15۔ اسان کو صحیح اسان بنانے کا جذبہ ہو:

اسان کے اندر احساس پیدا کرنا ہی اصل کمال ہے۔ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے جس نے ولی قطب بننا ہے کسی اور کے پاس جائے اور جس نے اسان بننا ہے وہ میرے پاس آئے۔ طلبا و طالبات کو صحیح اسان بنانے کے لئے ان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کیا جائے۔ اس لئے کہ جب اسان کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے تو اسان کی حیثیت بدل جاتی ہے وہ ہنسنے کی جگہ دیکھ کر ہنسنے گا اور رونے کی جگہ دیکھ کر روئے گا، بولے گا تو موقع دیکھ کر، سوچ سمجھ کر بولے گا کہ مجھے بیان میں کیا الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ طلبا و طالبات کو بہترین اسان بنانے کا اپنے اندر جذبہ پیدا کریں تب ذمہ داری کا احساس پیدا ہوگا۔

## 16۔ طلبا سے ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کرے:

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبا کے اندر خدمت کا جذبہ ضرور پیدا کریں لیکن اپنی ذاتی خدمت لینے میں بہت احتیاط کریں تاکہ کسی طالب علم کا پڑھنے کا وقت ضائع نہ ہو۔ ہمارے پیارے آقا ﷺ اپنے کام کے لئے دوسروں کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

”میں دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہا۔ اس دوران میں نے اس قدر آپ ﷺ کی خدمت نہیں کی جتنے آپ ﷺ نے میرے کام کر دیئے۔“

اساتذہ کرام کو بھی اس سنت پر عمل کرنا چاہیے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ طلبا بے ادب نہ بنیں۔

## اہل علم کی دس صفات

فقہ ابو الیثؒ فرماتے ہیں اہل علم کے اندر حسب ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

### 1۔ اخلاص:

اس کے بغیر علم عمل بے کار ہے جس عمل میں اخلاص نہیں اس پر ثواب کی بجائے عذاب ہے۔

### 2۔ خوف خدا:

یہ اخلاص کی بنیاد ہے۔ یہ ہر حال میں اسان کے اندر ہونا چاہیے۔

### 3۔ نصیحت:

یہ علم کا مقصد ہے کہ آدمی خود بھی اس پر عمل کرے اور دوسروں سے بھی کرائے۔

### 4۔ شفقت:

یہ نصیحت و دعوت کی بنیاد ہے۔ شفقت ہی کی وجہ سے آدمی ہر ایک کو نیک بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

## 5- صبر و بردباری:

دعوت و تبلیغ میں ناگوار و تکلیف دہ باتیں پیش آتی ہیں ان پر صبر ضروری ہے ورنہ تبلیغ و دعوت ممکن نہیں۔

## 6- تواضع:

یہ علم کی شان ہے، صحیح علم تواضع سکھاتا ہے اور یہ اللہ کو بھی پسند ہے اور بندوں کو بھی پسند ہے۔

## 7- عفت و پاکدامنی:

یہ ہر اسان کا زیور ہے خصوصاً عالم کے لئے نہایت ضروری ہے ورنہ وعظ و نصیحت بے اثر ہو جائے گی۔

## 8- مطالعہ:

کتب بینی سے علم بڑھتا اور محفوظ رہتا ہے۔ یہ ہر عالم کے لئے بہت ضروری ہے تاکہ اس کا علم بڑھتا رہے۔

## 9- افادہ (فائدہ پہنچانا):

عالم کے لئے جس طرح خود عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح دوسروں کو نصیحت کرنا اور مسائل بتانا بھی ضروری ہے۔ جاہوئے کسی مسئلہ کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے اس پر سخت وعید آئی ہے۔

## 10- قلب حجاب:

علم حاصل کرنے میں شرم جائز نہیں بلکہ محرومی کا سبب ہے۔ علم سوال سے بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

”اگر تم نہیں جاؤ تو علم والوں سے دریافت کرلو۔“



## باب: 9

## اساتذہ کے لئے طلباء کے مسائل سمجھنا اور ان کا حل

مشفق استاد طلباء کو اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز سمجھتا ہے جس طرح والدین اپنی اولاد کے مسائل کو بخوبی سمجھتے ہیں اور ان کا بہترین حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح مثالی استاد کا بھی طلباء کے مسائل سے بخوبی واقف ہونا ضروری ہے تاکہ ان کا بہترین حل تلاش کیا جاسکے اور انہیں بہترین مشورہ دیا جاسکے کیونکہ مشورہ دینے والا بھی امانت دار ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

## ۱۔ طلباء کی نفسیات کو سمجھیں:

اساتذہ کرام کے لئے ضروری ہے کہ طلباء کی نفسیات کے مطابق انہیں درس دیں۔ بعض مضامین منطق وغیرہ خشک ہوتے ہیں انہیں دلچسپ بنا کر پڑھا تاکہ طلباء کی دلچسپی برقرار رہے اور آپس میں مقابلہ کرواتے رہیں اور وقتاً فوقتاً test لے کر ان کی استعداد چیک کرتے رہیں۔ طلباء کو عملی سرگرمیاں (practicle Activities) دیں تاکہ وہ جوش و خروش کے ساتھ پڑھائی کی طرف متوجہ رہیں۔ کامیاب استاد وہ ہوتا ہے جو طلباء کے ذہن میں آنے والی باتوں کو اپنی فراست سے سمجھ لے اور اس کے مطابق ان کے سوالوں کے جواب دے اور انہیں آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔

## ۲۔ ذہنی استعداد کے مطابق درس دیں:

درس دیتے وقت ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کے سامنے کس درجہ کے طلباء طالبات ہیں۔ درجہ اول کے طلباء و طالبات کے سامنے فصیح و بلیغ تقریر کرنا اپنے آپ کو تھکانا اور ان کا وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ جو بات ان کی سمجھ سے بالاتر ہو وہ بات ان کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اس لئے وہ کیسے سمجھیں گے۔ بڑے درجہ کے طلباء و طالبات کو ان کی ذہنی استعداد کے مطابق درس دیں اگر کوئی بچہ مشکل الفاظ کے سبق کو نہیں سمجھ سکتا تو اس پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اس کی سمجھ کے مطابق درس دینے کی کوشش کریں اور اس کی استعداد کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہیں۔

## ۳۔ کمزور طلباء پر خصوصی توجہ دیں:

عموماً دیکھا گیا ہے کہ استاد ذہین بچوں پر تو توجہ دیتے ہیں لیکن کمزور طلباء کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں حالانکہ مثالی استاد کا کمال یہی ہوتا ہے کہ وہ کمزور بچوں کو بھی تقریر سمجھا دیں۔ اگر کوئی بچہ پڑھنے کا شوق رکھتا ہے لیکن ذہنی استعداد کم ہے تو اس پر بھی خصوصی توجہ دیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کے متعلق آتا ہے کہ بچپن میں کمزور ذہن رکھتے تھے لیکن امام ابو حنیفہؒ کی خصوصی توجہ نے انہیں وقت کا چیف جسٹس بنا دیا اور وہ وقت کے امام بنے۔ لہذا اساتذہ کو چاہیے کہ کمزور طلباء کو کبھی نہ چھوڑیں بلکہ ان پر خصوصی توجہ دے کر انہیں آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔

## ۴۔ طنز و تشبیہ کا سانس نہ بنا :

بعض اساتذہ کرام کو دیکھا گیا ہے کہ طلباء کی خامیوں پر انہیں ہر وقت طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں اور کو سننے دیتے رہتے ہیں۔ طنز و تشنیع سے کبھی اصلاح ممکن نہیں ہوتی، اس سے طلباء و طالبات استاد سے بدظن ہو جاتے ہیں اور طعنے دینے والے استاد سے متنفر بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی طالب علم میں کوئی خامی دیکھیں تو اسے سب کے سامنے ڈانٹنے سے گریز کریں اور طلباء سے الگ بلا کر اسے پیار و محبت سے سمجھا اس طرز عمل سے نہ صرف اس کی اصلاح ہوگی بلکہ وہ آپ سے محبت کرنے لگے گا اور اس محبت کی وجہ سے طالب علم استاد کی بات کو بہت جلدی مان جائے گا۔

## ۵۔ حسب استطاعت مالی معاونت کریں:

بعض طلباء و طالبات علم حاصل کرنے کا شوق تو رکھتے ہیں لیکن مالی حالات کمزور ہونے کی وجہ سے تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ اساتذہ کرام کو چاہیے کہ ایسے طلباء و طالبات کا لحاظ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان کی مالی معاونت کرتے رہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے حالات میں ہے کہ وہ نہ صرف امام ابو یوسفؒ کے تعلیمی اخراجات خود برداشت کرتے تھے بلکہ ان کے گھر کا خرچ بھی ایک عرصہ تک امام صاحبؒ نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ کی والدہ نے انہیں علم حاصل کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ آپ کے حلقہ درس میں بھی ایسے مفلس و نادار شاگرد ہو سکتے ہیں ان کی جہاں تک ممکن ہو سکے مالی معاونت کرتے رہیں تاکہ وہ ذہنی طور پر مطمئن ہو کر اپنے آپ کو حصول علم کے لئے وقف کر سکیں۔

## ۶۔ اہم مواقع پر حوصلہ افزائی کرتے رہیں:

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبہ کی خوبیوں پر رکھیں اور ان خوبیوں کی حوصلہ افزائی کر کے ان کو بڑھاتے رہیں۔ ہر وقت خامیوں کا تذکرہ کرتے رہنے سے اسان بد دل (Disheart) ہوتا ہے اور اس سے ان خامیوں کا علاج بھی نہیں ہوتا بلکہ مزید مایوسی پیدا ہوتی ہے لہذا طلباء کی خوبیوں کو تلاش کریں اور ان کو خوب حوصلہ افزائی کے ذریعہ بڑھاتے رہیں۔ بعض دفعہ آپ کی ایک دفعہ کبھی ہوئی شاباس طلبہ کی زندگی بدلنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

نیک اعمال کرنے پر بھی طلباء کی حوصلہ افزائی کریں مثلاً کوئی طالب علم بتاتا ہے کہ وہ دو رکوع تلاوت کرتا ہے تو آپ بجائے یہ کہنے کے کہ ”شرم نہیں آتی ہے، اتنے بڑے ہو گئے ہو اور ابھی تک دو رکوع تلاوت کرتے ہو۔“ اگر یہ کہہ دیں کہ ”ماشاء اللہ قرآن حکیم کی تلاوت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تلاوت قرآن کی توفیق دے رہے ہیں اور روزانہ ایک رکوع بڑھانے کی کوشش کرو تا کہ ایک پارہ یومیہ کا معمول بن جائے۔“ آپ کی اس بات سے ایک تو نیک کام کی اہمیت اس کے دل میں پیدا ہوگی اور دوسرا وہ مزید اہتمام سے زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوشش کرے گا۔

اسی طرح پیار و محبت سے طالب علم کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے تو وہ ہر فن میں آگے بڑھتا جائے گا۔

## ۷۔ بچے کے دل میں چوری سے ت پیدا کریں:

بعض مدارس میں دیکھا گیا ہے کہ بعض رہا بچوں کو چوری کی عادت ہوتی ہے۔ بچے بگڑے ہوئے ماحول سے آتے ہیں تو ان کے سنور نے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ ابتدائی تربیت سے ہی ان کے دل میں چوری کی ت پیدا کریں اور انہیں اتنا اعتماد دیں کہ وہ اپنی ہر ضرورت کا تذکرہ آپ سے کر سکیں اور پھر آہستہ آہستہ ان کے اندر اللہ رب العزت سے ہر چیز مانگنے کا جذبہ پیدا کریں۔ انہیں

صبر و شکر اور قناعت کی تعلیم دیں اور چوری کے متعلق سخت وعیدیں سنا تاکہ مدرسہ کا ماحول صحیح معنوں میں تربیتی ماحول بن جائے۔

## ۸۔ جھوٹ سے تپید کریں:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ بچوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھیں کہ بچے جھوٹ سے دلی طور پر تپ کر لگیں۔ سچ بولنے پر ان کی حوصلہ افزائی کریں اور جھوٹ بولنے پر سخت ناراضگی کا اظہار کریں اور خود کبھی بھی طلباء کے سامنے خاص طور پر جھوٹ مت بولیں۔ اگر استاد ہی جھوٹ بولے گا تو طلباء کبھی بھی اس کی بات کا اثر نہیں لیں گے۔ اس لیے پہلے خود جھوٹ سے بچیں اور پھر طلباء کو بھی جھوٹ سے بچانے کی پوری کوشش کریں اور ان کے دل میں جھوٹ سے تپید کرنے کی کوشش کریں حتیٰ کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کریں کیونکہ مذاق میں جھوٹ بولنے سے سب سے کم نقصان یہ ہوتا ہے کہ استاد کا اعتماد ہی خراب ہو جاتا ہے۔

## ۹۔ طلباء کو غیر بی سرگرمیاں مہیا کریں:

پڑھائی کے ساتھ ساتھ طلباء و طالبات کو ذہنی اور جسمانی نشو و نما کے لئے غیر بی سرگرمیاں مہیا کریں اگر استاد ان کو بہتر طور پر غیر بی راہنمائی مہیا نہیں کریں گے تو طلباء و طالبات خود اپنے لئے کوئی راستہ ڈھونڈیں گے جس میں گمراہی کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ لہذا اساتذہ کو چاہیے کہ طلباء کے لئے خود مختلف کھیل اور پروگرامز، بزم ادب وغیرہ تجویز کریں تاکہ طلباء کو شیطان کی کاموں کا موقع نہ ملے۔ یہ غیر بی سرگرمیاں ان کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما کے لئے بہت ضروری ہیں۔ کبھی ان کے درمیان کوئی سوال جواب کا مقابلہ رکھ لیں کبھی عبرت کے لئے، سیر وغیرہ کے لئے خود اچھی جگہ منتخب کر کے لے جا۔

”زمین میں چل پھر کر دیکھو۔“

## ۱۰۔ طلباء کا ماحول پاکیزہ بنانے کی کوشش کریں:

طلباء کے ماحول کو پاکیزہ بنانے کی کوشش کریں۔ ان کی گفتگو کے موضوعات پر رکھیں کہ آپس میں طلباء اکثر کس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں اور کلاس میں طلباء کے گروپ بنادیں اور نیک صالح باعمل طلباء کو گروپ کا نگران بنادیں۔ وقتاً فوقتاً ان نگران طلباء سے ان کے ذمہ جو طلباء لگائے گئے ہیں ان کے معمولات وغیرہ کا جائزہ لیتے رہیں۔ ان طلباء والے طلباء و طالبات کی خصوصی تربیت کریں اور ان کے ذمہ باقی بچوں کی تربیت لگا دیں۔ اس سے پورے مدرسہ یا ادارہ میں پرسکون اور پاکیزہ ماحول قائم ہوگا۔ استاد خود بھی ان کے حلقوں میں جا کر حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔ اگر ان طلباء کو بغیر نگران کے چھوڑ دیا گیا تو یہ مختلف غیر ضروری موضوعات پر باتیں کرتے رہیں گے جس سے اختلافات پیدا ہوں گے اور پورے جامعہ کا ماحول خراب ہوگا۔ انہیں اتنا وقت ہی نہ دیں کہ وہ فضول گوئی میں ملوث ہو سکیں۔

## ۱۱۔ طلباء و طالبات کو لڑائی جھگڑوں سے بچا :

بچے عقل کے کچے ہوتے ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ میں آ جانا اور اس پر لڑائی جھگڑا کر لینا یہ ان کے لئے عام بات ہے لیکن یہ لڑائی جھگڑے ان کے دین کو اس طرح مونڈھ دیتے ہیں جیسے استر ابا ل مونڈھتا ہے۔ انہیں صبر و تحمل اور برداشت کا درس دیں اور لڑائی جھگڑے کی قباحتوں کے بارے میں بتاتے رہیں۔ اگر دو طلباء آپس میں لڑ پڑیں تو مناسب انداز سے ان کے درمیان صلح کروادیں انہیں

قرآن حکیم سے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں صلح اچھی چیز ہے، اور ان کے درمیان معافی تلافی ضرور کروادیا کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بعض اوقات آپس میں بڑے فسادات اور بغض و عناد کا سبب بن جاتی ہیں۔ لڑائی جھگڑوں سے بچانے کے لئے انہیں پست آواز سے بولنے کی تلقین کریں اکثر اوقات او بولنے سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں دوسرا بندہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھ سے بدتمیزی سے بات کر رہا ہے جسکی وجہ سے بات بڑھ جاتی ہے اس لئے انگریزی کا مقولہ ہے Nip the evil in the bud. برائی کو شروع سے ہی روک دیں۔

## ۱۲۔ فضول بحث و مباحثہ سے بچیں:

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلباء کے ساتھ فضول باتیں نہ کریں اس سے ان کے اندر بھی فضول بحث و مباحثہ کی عادت پیدا ہو جائے گی اور استاد کا وقار بھی طلباء کی میں کم ہو جائے گا۔

کام کی بات کریں اور سنجیدگی کے ساتھ وعظ و نصیحت کریں خود بھی فضول گوئی سے بچیں اور طلباء کو بھی بچا کیو زیادہ بولنے والا اپنی زندگی کا بہت قیمتی وقت فضول گوئی میں ضائع کر بیٹھتا ہے۔ طلباء کے معمولات کا شیڈول بنادیں جس میں کم سے کم وقت انہیں آپس میں باتوں کے لئے دیں۔ کھیلنے اور ذہنی نشو و کے لئے وقت ضرور دیں لیکن اس دوران اساتذہ کڑی رکھیں۔ ہر بات پر روک ٹوک مت کریں بعض باتیں ignore (انداز) کر دیں لیکن مناسب وقت آنے پر ضرور سمجھا دیں۔ ہر وقت کی روک ٹوک استاد کی اہمیت شاگرد کی میں کم کر دیتی ہے۔ ہر وقت رکھیں لیکن سمجھانے کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کریں۔

## ۱۳۔ طلباء کو ایک دوسرے کی خامیاں تلاش کرنے سے بچا :

طلبا و طالبات کو یہ سبق ضرور پکا کر دیاں کہ ”ہمیشہ دوسروں کی خوبیوں پر رکھیں اور اپنی خامیوں کو دیکھیں۔“ اگر کوئی طالب علم دوسروں کی خامیاں ڈھونڈنے میں لگا رہتا ہو اور ہر بات کی استاد کو رپورٹ پیش کرے تو بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنے کے اسے اس کے اپنے عیوب پر غور و فکر کرنے کی طرف متوجہ کریں۔ ہر طالب علم کے افعال پر خود رکھنے کی کوشش کریں، یہ ممکن تو نہیں لیکن تمام اساتذہ مل کر اور باہمی مشورہ کے ساتھ ضرور یہ کام کر سکتے ہیں۔ اساتذہ خود طلباء کی خامیوں کی اصلاح کریں اور بچوں کو ان کی اپنی خامیاں دیکھنے کی طرف لگا دیں۔ بعض طلباء و طالبات دوسروں کے عیب دیکھنے کو مشغلہ بنا لیتے ہیں اور ان میں اصلاحی نقطہ کو مد نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کی خامیاں تلاش کر کے انہیں وں سے گرا نا مقصود ہوتا ہے۔ ایسے طلباء کی اگر حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کی باتوں کو اہمیت دی جائے تو وہ انہیں کاموں میں لگے رہتے ہیں اس لئے انہیں یہ بات ذہن نشین کرادینی چاہیے کہ اپنی خامیوں پر اور دوسروں کی خوبیوں پر ہمیشہ رکھیں۔

## ۱۴۔ طلباء و طالبات کے نیند کے مسئلہ کو حل کرنا:

اکثر بچوں کو دیکھا کہ انہیں درس گاہ میں سبق کے دوران نیند بہت آتی ہے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں، ایک تو پیٹ بھر کے کھانا ہے اور دوسرا نیند کا مناسب وقت پر پورا نہ کرنا۔ طلباء کو دوپہر کے وقت کچھ دیر قیلولہ کی عادت ڈالیں اور رات کو سونے کے اوقات میں سختی سے سلا دیں تو درس گاہ میں نیند نہیں آئے گی۔ جب بندہ زیادہ کام کرتا ہے تو ضرور تھک جاتا ہے اور تھک کر آرام کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جب جسم کو آرام کا ٹائم نہیں دیں گے تو ظاہر ہے اس نے تو اپنی ضرورت پوری کرنی ہے پھر وہ کلاس میں طلباء و طالبات کو غافل کرے گا اور نیند کی طلب ہوگی۔ اس لئے ان کی نیند پوری کرنے کا خیال رکھیں اور اگر کسی کی نیند بہت زیادہ ہو تو اس کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ صبح فجر کے بعد طلباء کو بہت زیادہ نیند آتی ہے۔ اس وقت انہیں معمولات کروا کے کسی کام میں مشغول کر دیں یا کسی ہلکی پھلکی ورزش میں لگا دیں، کچھ چہل قدمی کریں اور پھر صفائی وغیرہ کرنے میں لگا دیں تو نیند اڑ جائے گی اگر فوراً سو جائے تو جسم اور زیادہ سست ہو جائے گا۔

## ۱۵۔ کھانے میں نکتہ چینی نہ کریں:

بعض طلباء مدارس میں بھی گھروں والی سہولیات ڈھونڈتے ہیں اور ہر چیز میں نکتہ چینی کرتے ہیں مثلاً کھانے میں اکثر طلباء و طالبات کے مزاج کے مطابق چیز نہ ہو تو وہ کھاتے نہیں۔ کبھی روٹی کچی ہے، کبھی جلی ہوئی ہے تو کبھی سالن پسند نہیں ہے۔ اس میں بھی تربیت کی سخت ضرورت ہے، انہیں صبر و شکر کے ساتھ کھانا کھانے کی تلقین کریں بلکہ شکر کی عادت پختہ کریں کہ اللہ کا شکر ادا کریں کہ ہمیں یہ نعمتیں مل رہی ہیں کتنے لوگ ہیں جو فاقے کر رہے ہیں اگر ہم ے کریں گے تو یہ رزق کی ناقدری ہے۔ اساتذہ کرام کو چاہیے کہ اپنی طرف سے اچھے اور بہترین کھانے کا انتظام کرنے کی کوشش کریں اور طلباء و طالبات کو زیادہ سے زیادہ شکر کرنے کی عادت ڈالیں اور انہیں مسنون طرز سے کھانا کھانا سکھا اس سے کھانا برکت والا ہوتا ہے اور نیک اعمال کرنے آسان ہو جاتے ہیں۔

## ۱۶۔ بلا ضرورت قاتلوں سے بچا :

طلباء و طالبات کو بلا ضرورت دوستیوں اور قاتلوں سے بچا۔ زیادہ قاتلیں اور دوستیاں پڑھائی میں رکاوٹ بنتی ہیں اور بچے انہی کاموں میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں بعض اوقات تو فضول دوستیاں ان کے مستقبل کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے والد مولانا یحییٰ کا مقولہ ہے:

”اگر نالائق سے نالائق طالب علم ہے اور اسے دوستیاں لگانے کا چمکہ نہیں ہے تو وہ ضرور کامیاب ہو جائے گا اور اگر لائق

طالب علم بھی ہے اسے دوستیاں لگانے کا چمکہ ہے تو وہ ایک نہ ایک دن ناکام ہو جائے گا۔“



## باب: 10

## اگر تدریس کا موقع نہ ملے تو کیا کریں؟

ہر سال ہزاروں کی تعداد میں طلباء و طالبات مدارس سے فارغ ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک مدارس میں پڑھاتے ہیں اور باقی تمام دوسرے مشاغل میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو دین کی ذمہ داریوں سے مبرا سمجھتے ہیں یا غافل ہو جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر طالب علم یا طالبہ کو مدرسہ میں پڑھانے کا موقع ملے لیکن دین کی دعوت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اگر تدریس کا موقع نہ ملے تو مختلف طریقوں سے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

لوگ د کے حقیر مفادات کے لئے مال و جان قربان کر دیتے ہیں بلکہ عزت و آبرو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ ہر عالم اور عالمہ چلتا پھرتا مدرسہ بن جائے اور دعوت دین کے درد کو ہر گھر اور ہر در تک پہنچانے کو اپنی اولین ذمہ داری سمجھے۔ اس ذمہ داری کو مختلف طریقوں سے ادا کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

## صلوٰۃ الحاجت پڑھ کے قبولیت کی دعا مانگئے:

اگر کسی مدرسہ میں پڑھانے کا موقع ملے تو اس فرض منصبی سے لائق اور بے طلب نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ اللہ رب العزت سے رو، رو کر نوافل پڑھ کر قبولیت کی دعا مانگنی چاہیے اور اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ہم رد نہ کر دیئے جائیں۔ مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب ہم بالکل فارغ ہو گئے اب ہم من مرضی کے مالک ہیں، ہمارے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، حقیقت میں ذمہ داری تو اب شروع ہوئی ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو اللہ کے دربار میں قبول کروانا بہت ضروری ہے۔ اگر قبولیت ہوگئی تو قابلیت نہ ہونے کے باوجود اللہ رب العزت دین کی خدمت کے مواقع پیدا فرمادیں گے۔ اگر خدا نخواستہ اللہ رب العزت کے ہاں قبولیت نہ ہوئی تو ذہین فطین اور قابل ہونے کے باوجود دین کی خدمت سے محرومی ہو جاتی ہے اس لئے اخلاص کے ساتھ صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر روزانہ دربار الہی میں قبولیت کی دعا مانگیں۔

## 2۔ اپنے علاقہ میں درس قرآن دینا شروع کریں:

اگر مدرسہ میں تدریس کا سلسلہ شروع نہ ہو سکے تو اپنے علاقہ کی مسجد میں یا خواتین اپنے گھروں میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کریں۔ حضرت مولانا پیر غلام حبیب فرمایا کرتے تھے کہ

”دریاؤں کے راستے کوئی نہیں بناتا، دریا اپنا راستہ خود بنا لیتے ہیں۔ قرآن بھی اللہ کی رحمت کا وہ دریا ہے کہ لوگوں کے دلوں

میں خود اپنا راستہ بنا لیتا ہے۔ قرآن حکیم کی خدمت میں لگ جاؤ تو اللہ رب العزت قبولیت کے راستے آسان فرمادیں گے۔“

حضرت مولانا ء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا:

”قرآن درہم پر اترتا پھر اسے اتنا بلند و بالا کیا اس کے قدموں میں شاہوں کے تخت و تاج آئے۔ قرآن پاک پھیلا..... تو

شہروں میں قرآن..... جنگلوں میں قرآن..... میدان جنگ میں قرآن..... عرب میں، عجم میں، مردوں میں، عورتوں میں، بچوں



میں، بڑوں میں قرآن ہی قرآن تھا۔ آج قرآن سینٹے سینٹے مسجدوں میں پناہ لے رہا ہے۔“  
درس قرآن کو ہر عالم و عالمہ اپنی ذمہ داری سمجھے اور گھر میں درس قرآن ہوتا کہ پھر سے قرآن ہی قرآن ہو جائے۔

### 3- دعوت و تبلیغ میں وقت لگائے:

اپنی زندگی اور وقت بالکل ضائع نہ کرے بلکہ مختلف طر ں سے کچھ سیکھتا اور سکھاتا رہے۔ حضرت مولانا الیاسؒ فرمایا کرتے تھے:

”اس بات کا ضرور یقین کرنا چاہیے کہ جو شخص اسلام کے منٹے کا درد لئے بغیر مرے گا اس کی موت بدترین موت ہے۔ مذہب

کے فروغ سے غفلت کرنے والا اور اپنی لذت و وی زندگی میں مست رہنے والا قیامت کے دن روسیہ اٹھے گا۔“

لہذا دعوت و تبلیغ میں وقت لگائے تاکہ انبیاء کرام والے کام میں کچھ حصہ شامل ہو سکے۔ معلم کو چاہیے کہ تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کرے۔ دعوت و تبلیغ کی کوئی خاص اور متعین شکل نہیں۔ تبلیغ، تدریس، امامت، خطابت، تصنیف اور جہاد وغیرہ کسی بھی شکل میں ہو سکتی ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن آج کل تبلیغ کی مؤثر اور مفید صورت تبلیغی جماعت ہے جو دین کا کام پیار، محبت، حکمت اور منظم شکل میں کر رہی ہے۔ معلم کا درس و تدریس تو قرآن و حدیث کے علوم کی بقا اور دوام کا ذریعہ ہے جبکہ تبلیغ ان علوم کے پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ ان علوم کی عملی شکلیں د میں پھیلا نا اور رائج کرنا اصل مقصود ہے۔

### 4- کسی شیخ کی صحبت میں رہ کر نسبت کا نور اخذ کرنا:

معلم کو چاہیے کہ کسی شیخ کی صحبت میں رہ کر نسبت کا نور اخذ کرنے کی کوشش کرے۔ دارالعلوم دیوبند پر ایسا وقت بھی گزرا ہے کہ مہتمم سے لے کر دربان تک سب ولی اللہ تھے۔ تقریباً پورا سلسلہ، تصوف کا تربیت یافتہ تھا۔ تعلیمی اداروں میں آج اس تزکیہ کی بہت ضرورت ہے۔ حالات، تجربات اور سچ گواہ ہیں کہ مشائخ کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ اساتذہ و معلمین کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ علمی د کے بے تاج بادشاہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا علمی و روحانی فیض بہت زیادہ جاری ہے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک یہ فیض جاری رہے گا کیونکہ انہوں نے ایک شیخ کامل حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے تربیت پائی تھی۔

تصوف و سلوک کے ساتھ علوم میں برکت آ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے امام غزالیؒ جیسے مدرس نے مسند کو چھوڑ کر مشائخ کی صحبت اختیار کی۔ سید سلیمان ندویؒ سے پوچھا گیا کہ علم سے فارغ ہونے کے بعد عمل میں کوتاہی اور کمی ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ایک علم ت ہے اور ایک نور ت ہے۔ علم ت تو مدارس میں حاصل ہوتا ہے لیکن نور ت اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ فراغت کے بعد ایک عالم کو کم از کم 6 ماہ تک کسی شیخ کی صحبت میں رہنا چاہیے۔

### 5- علم و عمل میں ترقی کے لئے مختلف کورسز کرتے رہیں:

فارغ رہنا اور ذہن کا خالی رکھنا شیطان کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دینا ہے۔ علم و عمل میں ترقی کے لئے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہنے کی ضرورت ہے اور ایمان کو تازہ کرنے کے لئے مختلف ایمانی اور اصلاحی مجالس میں شرکت کرتے رہنا یا اس سے متعلقہ مختلف کورسز کرتے رہنا بہت ضروری ہیں تاکہ ایمان تازہ رہے۔ اس کے علاوہ تدریب المعلمین کا کورس بھی کرتے رہنا چاہیے تاکہ اصلاح و تربیت کے طر ں سے واقفیت ہوتی رہے اور تدریس کا موقع ملتے ہی خود پہلے سے تیار ہو۔ عصری اداروں میں یہ کام ٹیچر

ٹریڈنگ کورسز کے نام سے ہو رہا ہے۔ اس کے مختلف کورسز مختلف ناموں سے اساتذہ کے لئے رائج ہیں۔ پی ٹی، سی ٹی، بی ایڈ، ایم ایڈ وغیرہ۔ ان کورسز کے بغیر اساتذہ کا تقرر نہیں ہوتا۔ دینی مدارس میں بھی اشد ضرورت ہے کہ اساتذہ کو ٹریڈنگ کورسز کروائے جائے تاکہ طلباء و طالبات کی اصلاح و تربیت بہترین طر پر ہونا ممکن ہو سکے۔

## 6۔ اچھا اسان بننے کی کوشش کریں:

حصول علم کا مقصد رضائے الہی اور اساس سیکھنا ہے۔ اسان کو حقیقی معنی میں اسان علم ہی بتاتا ہے۔ دینی علوم سیکھنے کے بعد بھی اچھا اسان بننے کی کوشش کرتا رہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے جس نے ولی، قطب بننا ہو وہ کسی اور کے پاس جائے اور جس نے اسان بننا ہو وہ میرے پاس آئے۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا  
آدمی کو بھی میسر نہیں اسان ہونا

آج کل نفسا نفسی کا دور ہے۔ اسانوں میں سے اساس نکلتی جا رہی ہے۔ خود غرضی، لالچ، حرص و طمع رگوں میں خون کی طرح سرایت کر گئی ہے۔ اس بے حسی کے عالم میں اچھا اسان ملنا بہت مشکل ہے اس لئے اپنی اصلاح و تربیت کی کوشش کرتا رہے۔ اچھا اسان بننے کے لئے دل پر محنت کرنا ضروری ہے۔ مشائخ اور صوفیاء بھی اسان کے دل کو محنت کا مرکز اور میدان بناتے ہیں دل کے بدلنے سے اسان بدلتا ہے اور دل بدلنا کوئی آسان کام نہیں اس پر محنت لگتی ہے۔

## 7۔ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں محنت کرے:

بعض اساتذہ محض تدریس کرتے ہیں اور بعض کو اگر تدریس کا موقع میسر نہیں آتا تو کچھ بھی نہیں کرتے۔ لیکن بعض معلمین تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی کرتے ہیں۔ تمام معلمین و معلمین کتابوں کے محتاج ہیں اس لئے تصنیف و تالیف کے شعبہ میں محنت بہت ضروری ہے۔ تصنیف کے ساتھ علوم و فنون اور فیض محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ تک قیامت جاری رہتا ہے۔ اگر ایک طرف مصنف کا صدقہ جاریہ ہے تو دوسری طرف قیامت تک لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں پھر وہ لوگ اس سلسلہ کو تے ہیں اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فیض جس قدر تحریر سے پھیلا، تقریر سے اگر اس سے دو گنا زندگی مل جاتی شاید تب بھی اتنا فیض پھیلنا مشکل ہوتا لیکن ان کی تصانیف آج لاکھوں لوگوں کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ تحریر کا فیض دیر پا ہوتا ہے اس لئے شعبہ تصنیف میں کام کرنے کے لئے ضرور محنت کرنی چاہیے۔ ہر معلم اور استاد کو چاہیے کہ اسلاف کی کتابوں کا مطالعہ کر کے باقی لوگوں کو مزید فائدہ پہنچائے۔ جو معلمین د سے رخصت ہو گئے ہیں ان کے علوم بھی رخصت ہو گئے صرف شاگرد باقی رہے اور جن کی کتابیں موجود ہیں ان کا فیض جاری و ساری ہے۔

## 9۔ چلتا پھرتا مدرسہ بنے:

ضروری نہیں کہ کسی مدرسہ میں جا کر ہی دین کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ بلکہ خود چلتا پھرتا مدرسہ بن جائے جہاں جا وہیں کچھ سیکھنے سکھانے کی سب لے کر جا۔ حضرت مولانا الیاسؒ کے بارے میں آتا ہے کہ مولانا کو جب تک اپنی دعوت پیش کرنے کا

موقع ملنے کی امید نہ ہوتی تو مجالس میں شرکت نہ کرتے۔ محض رسماً اخلاقاً شرکت بہت گراں گزرتی۔ فرماتے تھے کہ اگر کہیں جاؤ تو اپنی بات لے کر جاؤ اور اس کو پیش کرو۔

جہاں جا حکمت کے ساتھ موقع کی مناسبت کے مطابق دین کی دعوت دیں۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس شادی کی مجلس میں شریک ہوئے وہاں بھی دین کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا آج آپ کے ہاں خوشی کا دن ہے جس میں کمیوں تک کو خوش کیا جاتا ہے گوارا نہیں ہوتا کہ گھر کی بھنگن بھی ناخوش رہے۔ بتلائیے حضور اقدس ﷺ کے خوش کرنے کی بھی آپ کو کوئی فکر ہے؟ پھر مولانا نے تبلیغ اور حضور اقدس ﷺ کے لئے ہوئے دین کو سرسبز کرنے کی کوشش کو حضور ﷺ کی خوشی کا سب سے بڑا ذریعہ بتلاتے ہوئے اس کے لئے حاضرین کو دعوت دی تو حکمت کے ساتھ ہر موقع پر اس کی مناسبت سے دعوت دے اور چلتا پھرتا مدرسہ بنے۔

## 9۔ اپنے گھر کے ایک کمرہ کو مدرسہ بنالے:

دین کے کام کے لئے ضروری نہیں کہ بہت بڑی عمارت ہو اور وہاں پر مدرسہ بنایا جائے۔ مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ دین کے لئے محنت اور درس و تدریس کے لئے جمع ہونے کی جگہ مدرسہ ہے۔ اگر کہیں جگہ نہ ملے تو اپنے گھر کے ایک کمرے کو ہی مدرسہ بنا لے۔ دارالعلوم دیوبند میں جب مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی تو کوئی عمارت نہ تھی بلکہ انار کے ایک درخت کے نیچے ایک استاد اور ایک شاگرد سے مدرسہ کا کام شروع ہوا اور آج پوری د میں اس کا فیض پھیل رہا ہے۔

اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ اپنے گھر کے ایک کمرے میں دین کا کام شروع کریں۔ ان شاء اللہ اخلاص و تقویٰ کی برکت سے اللہ رب العزت اسی ایک کمرے سے فیض پوری د میں پھیلا دیں گے۔ یہ اس عاجز کا ذاتی تجربہ ہے۔ جامعۃ الصالحات الحمد للہ ایک کمرے سے شروع ہوا اور آج بفضلہ تعالیٰ 14 کنال اراضی مسجد اور مدرسہ کے لئے حاصل کی جا چکی ہے۔

## 10۔ دین کی دعوت کے لئے فکر مند رہے:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

”دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔“

ہر عالم بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں کا ہمدرد اور بھلا سوچنے والا ہو۔ جس طرح دوسروں کی د کے بارے میں ہمدردی رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر دوسروں کی آخرت کی فکر رکھنی چاہیے۔ فرض کریں اگر کوئی آگ کا بھانڑ جلا کر کتے کے بچے کو اس میں ڈالنے کی کوشش کرے تو سارے لوگ اس کتے کے بچے کو بچانے کے لئے بھاگیں گے۔ سوچیں اگر کتے کے بچے کو ہم بچاتے ہیں تو پھر انسان کے بچوں کو کیوں نہیں بچاتے جو کہ گناہوں کی دلدل میں پھنس کر جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ تم جہنم کی طرف دوڑ دوڑ کر جا رہے ہو میں تمہیں پکڑ پکڑ کر بچا رہا ہوں۔ علماء کرام تو انبیاء کرام کے وارث ہیں لہذا خصوصی طور پر علماء و عالماں اور عمومی طور پر تمام مسلمانوں کو دوسروں کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ اس کے لئے احساس پیدا کرنا اور فکر مند ہونا بہت ضروری ہے۔

## باب: 11

## اساتذہ کرام کی ترقی میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں؟

چند کمزوریوں کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو کہ اساتذہ کرام کی ترقی میں بڑی رکاوٹ بنتی ہیں اور اساتذہ کرام کی ترقی میں رکاوٹ طلباء کی ترقی میں بڑی رکاوٹ بنتی ہے کیونکہ اساتذہ ہی طلباء کے لئے مثال اور نمونہ ہوتے ہیں لہذا اساتذہ کرام کو چاہیے کہ ان کمزوریوں کا اپنے اندر جائزہ لیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کریں کیونکہ جو اپنا محاسبہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اس کی ترقی رک جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

”اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا محاسبہ کرے آپ اپنا محاسبہ خود کر لیں۔“

## ۱۔ اپنی عزت چاہنا:

عزت اور ذلت اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ جب تک اساتذہ دورِ طالب علمی میں ہوتے ہیں ان کے اندر عاجزی انکساری ہوتی ہے جیسے ہی استاد کا لیل لگا، دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اب سب لوگ میری عزت کریں اب میں استاد ہوں۔ عزیز اساتذہ کرام! بچوں کو باادب بنانے کے لئے ان سے ادب ضرور کروا لیکن اپنے دل میں یہ خواہش مت پیدا ہونے دیں کہ سب لوگ میری عزت کریں اس سے دل میں عجب و تکبر پیدا ہوتا ہے جو کہ خطرناک ترین بیماری ہے۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ایسے علماء اور قراء حضرات کو سب سے پہلے جہنم میں لایا جائے گا جو دالوں کو دکھانے کی خاطر اور قاری یا عالم کھلوانے کی خاطر دین کا علم حاصل کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرما گے کہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم قاری کہیں سو وہ کہا جا چکا اب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس بندے کو گھسیٹ کر جہنم میں دھکیل دیا جائے۔ ہم ذرا اپنے آپ پر غور کریں کہ اگر د میں عزت کروانے کی خاطر درس و تدریس کا مشغلہ اپنایا اور اسے رضائے الہی کی خاطر عبادت کے طور پر اختیار نہ کیا تو ہمارا کیا بنے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسے اساتذہ کرام کو بھی کل قیامت کے دن یہی سننا پڑے کہ تم نے د میں عزت کروانے کی خاطر تدریس کا شعبہ اختیار کیا سو تمہاری عزت ہو چکی۔ تمہیں تمہارا مقصود د میں ہی مل گیا اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ یہ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ جو صرف د چاہتا ہے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

”بعض تو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں د میں دے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“

یہ عاجز اکثر معلمین کو یہ نصیحت کیا کرتا ہے کہ اپنے اندر سے عزت والا ورقہ پھاڑ دو۔ عاجزی انکساری اختیار کرو اللہ رب العزت خود عزتوں سے نواز دیں گے۔ حدیث مبارکہ ہے:

”جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتے ہیں۔“

اساتذہ کرام سے خصوصی گزارش ہے کہ تواضع اختیار کریں اور عزت بنانے کے چکروں میں طلباء کا اور اپنا مستقبل مت تباہ

کریں۔ اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر پوری تندہی، محنت اور کوشش سے طلباء کی خدمت کریں اسی میں رضائے الہی کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

## ۲۔ موبائل کا غلط استعمال:

سہولیات کے لئے ا ذکر کردہ آلات غلط نہیں ہیں ان کا استعمال ان کو اچھایا برابناتا ہے۔ موبائل فون ایک اچھی ا دہ ہے کہ اس کے استعمال سے پیغام رسانی میں بہت آسانی ہوئی ہے اور اس مقصد کے لئے صرف ہونے والا وقت بچ جاتا ہے لیکن اس کے غلط استعمال نے بہت خوفناک تباہی مچادی ہے۔ عوام تو عوام خواص کا بھی بہت برا حال ہے اور یہ موذی و باء آج کل مدارس کے اساتذہ و طلباء میں بھی بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اساتذہ اور طلباء کا جو وقت علمی مشاغل، درس و تدریس اور مطالعہ میں گذرتا تھا وہ اب messaging، گیمز اور لمبی لمبی calls میں ضائع ہو رہا ہے۔ یہ وقت، یہ زندگی ہمارے پاس امانت ہے اور ہم اس امانت میں خیانت کر کے کل اللہ رب العزت کے ہاں جوابدہ ہوں گے۔ خدارا! اس موبائل کے استعمال کو کم سے کم رکھیں بہت ضروری بات ہو تب اس کو استعمال کریں اور درس و تدریس کے اوقات میں تو بالکل بند کر دیں۔

طلباء کو موبائل استعمال کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ اجازت۔ انہیں چاہیے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت مطالعہ اور تکرار میں لگا۔ طلباء کے سامنے تو اساتذہ کرام موبائل کے استعمال سے حتی الوسع گریز کریں۔ کیونکہ طلباء جب اپنے اساتذہ کو بلا ضرورت اس میں مشغول دیکھیں گے تو اپنے لئے استعمال کے بہت سے جواز نکال لیں گے اس لئے خود بھی اس کے غلط استعمال سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچا۔ ہر چیز میں تقویٰ کی ضرورت ہے تو موبائل میں بھی تقویٰ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ تقویٰ نیکیوں کی جڑ ہے اور ہر فضول چیز سے روکنے کے لئے ڈھال ہے اسی لئے فرمایا گیا:

”اللہ کے دوست تو متقی لوگ ہیں۔“

## ۳۔ فضول موضوعات پر بحث و مباحثہ سے پرہیز کرنا:

اساتذہ کا وقت بڑا ہی قیمتی ہوتا ہے کیونکہ وہ مستقبل کے علما کی بنیادیں تیاری کر رہے ہیں۔ اگر وہ عمیق مطالعہ کے بغیر درس دیں گے اور درس سے پہلے اس کی بہترین تیاری نہیں کریں گے تو درس گاہ میں سبق بھی بس خانہ پری والا ہی پڑھا گے اور مطالعہ اور تحقیق میں ایک رکاوٹ فضول موضوعات پر بحث و مباحثہ ہے۔ بغیر کسی ضروری وجہ کے سیاست پر لمبی لمبی بحث مباحثہ کرنا زراقت کا ضیاع ہے کیونکہ سیاست پر بلا وجہ بحث و مباحثہ کرنے کا آخرت میں ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اکثر اوقات سیاست پر بحث و مباحثہ کرنے سے لڑائی جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ حالات حاضرہ سے باخبر ضرور ہونا چاہیے لیکن ان موضوعات کو تحت مشق بنا کر گھنٹوں وقت ضائع کرنا علمی اوقات میں خیانت ہے کیونکہ یہی گھنٹے اگر مطالعہ میں صرف ہوتے تو آئندہ طلباء کے لئے بہت اچھا درس تیار ہو سکتا تھا۔ لہذا اساتذہ کرام کو فضول موضوعات سے بہت بچنا چاہیے اور ان اوقات کو مطالعہ، ذکر و فکر، تلاوت اور دعاؤں میں گزارنا چاہیے تاکہ آپ کے درس میں شامل طلباء اور طالبات کل اولیا اللہ بن کر نکلیں۔



”خبردار بے شک جو اللہ کے دوست ہیں نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

## ۴۔ بغض و حسد رکھنا:

اساتذہ کرام کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ آپس میں بغض و حسد ہے۔ اگر ایک استاد ترقی کر رہا ہے تو دوسرا اس کی ٹانگ کھینچنے کی کوشش کرتا ہے یا اگر کسی میں کوئی خوبی ہے تو اس پر دل میں جل رہا ہے کہ اس کو یہ خوبی کیوں ملی؟ یہ سوچنا چاہیے کہ اگر وہ محنت سے ترقی کر رہا ہے تو میں بھی اس کی طرح محنت کروں اور اس کے لئے بھی دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اور بھی ترقیاں دیں اور مجھے بھی ترقی فرمادیں۔

یاد رکھیں! دوسرے کو جو کچھ دیا اللہ رب العزت نے فرمایا آپ کون ہوتے ہیں اس پر اعتراض کرنے والے کہ اس کو کیوں مجھے کیوں نہ؟ یہ تو دینے والے کی مرضی جسے چاہے دے۔ حسد کرنے والا خود حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور دوسروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ عزت سے نوازے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ بجائے دل میں دشمنی رکھنے اور حسد کرنے کے محنت کریں اور اپنے اور دوسروں کے لئے دعا مانگیں تاکہ یہ حسد کی رکاوٹ دور ہو اور آپ زیادہ سے زیادہ ترقیاں کر سکیں۔

## ۵۔ ذمہ داری کے اضطراب کا نہ ہونا:

اساتذہ کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ اساتذہ کرام طلباء و طالبات کی تربیت اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ بس سبق پڑھا لیا اور کورس مکمل کروادیا تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض پورا ہو گیا۔ حالا صرف سبق پڑھا دینے سے ذمہ داری ادا نہیں ہوتی بلکہ اس طالب علم کو ایک مکمل انسان بنانا یہ استاد کی ذمہ داری ہے اور اساتذہ کرام کے دلوں میں جب تک اس ذمہ داری کا اضطراب پیدا نہیں ہو جاتا کہ انہوں نے امت محمدیہ ﷺ کے ہر فرد تک اس دین کی دعوت کو پہنچا کر انہیں بھی داعی بنانا ہے تب تک وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

110

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان یقین رکھتے ہو۔“

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ مدرسہ یا ادارہ کے تمام کاموں کو اپنی ذمہ داری سمجھیں اگر کسی جگہ کوئی کمی کوتاہی ہو رہی ہو تو اپنے آپ کو قصور وار سمجھیں۔ جس میں ذمہ داری کا اضطراب ہوتا ہے وہ شاگردوں کے لئے راتوں کو تہجد میں اٹھ کر رور و کر دعا مانگتا ہے۔

حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں نے مار پیٹ تو مجھ سے سیکھ لی لیکن راتوں کو اٹھ کر رور و کر دعا مانگنا نہ سیکھ سکے۔ جس استاد میں ذمہ داری کا اضطراب ہو وہ نالائق بچوں کو بھی لائق بنادیتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شاگرد حفظ قرآن کا شوق لے کر قاری رحیم بخش کے پاس آیا وہ حفظ کی استطاعت نہیں رکھتا تھا قاری صاحب نے سوچا کہ یہ اپنی زندگی ضائع نہ کر دے کیونکہ اس میں حفظ کرنے کی اور یاد رکھنے کی صلاحیت نہیں اسے مشورہ دیا کہ بیٹا آپ حفظ نہ کرو ناظرہ اچھی طرح پڑھ لو۔ وہ شاگرد مایوس ہو کر وہاں سے گیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ قاری صاحب کے پاس آیا اور آ کر بتایا کہ حضرت الحمد للہ میں حافظ قرآن بن چکا ہوں۔ حضرت بہت حیران ہوئے اور اس سے پوچھا کہ آپ کو کس استاد نے حفظ کروایا؟ شاگرد نے گاؤں کے ایک قاری صاحب کا بتایا۔ حضرت ان سے قات کے لئے تشریف لے گئے اور ان سے اس کا طر پوچھا کہ انہوں



نے کس طرح ایک بالکل کند ذہن بچے کو حافظ قرآن بنا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رات کو اٹھ کر اپنے ہر شاگرد کے لئے نام لے لے کر اللہ سے دعا مانگتا ہوں اور جو شاگرد کمزور ذہن والے ہوں ان کے لئے خصوصی طور پر گڑ گڑا کر دعا کرتا ہوں اس کی برکت سے اللہ رب العزت آسانی فرمادیتے ہیں۔

واقعی جو استاد مضطرب ہو کر اپنے شاگردوں کے لئے دعا مانگے گا اس کے شاگرد بھی اور وہ خود بھی ضرور اساء اللہ کامیاب ہوں گے۔

”مضطرب بندے کی دعا کون سنتا ہے جب وہ اسے پکارے۔“

اللہ تعالیٰ ہی مضطرب کی دعا قبول فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذمہ داری کا اضطراب فرمائے۔ مثالی استاد کی حالت کچھ اس طرح ہوتی ہے:

۔ اک اضطراب مسلسل غیاب ہو کہ حضور  
میں خود کہوں تو میری داستاں دراز نہیں

## ۶۔ شکایات کی وجہ سے لڑائی جھگڑا کرنا:

آج کل اساتذہ کرام میں ایک بڑی خامی دیکھنے میں یہ آئی ہے کہ بلا وجہ ایک دوسرے کی خامیاں تلاش کر کے انتظامیہ کی دلوں میں ایک دوسرے کو گرانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن اخلاص کی کمی کی وجہ سے اکثر لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے اور اصلاح کم ہوتی ہے۔ اگر کوئی استاد اصلاحی نکتہ سے کسی کی خامی مہتمم یا پرنسپل تک پہنچائے تو اب جس کی بات پہنچائی گئی وہ بجائے اپنی اصلاح کرنے کے اس بات کی فکر میں لگ جاتا ہے کہ جی میری شکایت کس نے لگائی؟ خدا کے بندے اگر تمہاری اصلاح کی کسی نے فکر کی ہے تو آپ کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اسے میری خامی کی فکر ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے لیکن معاملہ الٹ ہو گیا اور لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد تک بات جا پہنچتی ہے۔

یاد رکھیں! انتظامیہ کی ہر استاد پر کڑی ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ادارے کو رہے ہوتے ہیں ان تک حقائق ضرور پہنچنے چاہئیں لیکن اگر وہ کسی استاد کی اصلاح کریں تو استاد کو بجائے ناراض ہونے کے ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ان کے خلاف یا باقی اساتذہ کے خلاف محاذ جنگ نہیں کھولنا چاہیے یہ لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد طلبا پر بہت برا اثر ڈالتے ہیں۔ اس لئے اساتذہ کرام کو خاص طور پر ان سے بچنا چاہیے۔

## ۷۔ بہانہ بازی اور جھوٹ بولنا:

جھوٹ بولنا اساتذہ کرام کی شان کے بالکل منافی اور قبیح بات ہے۔ اساتذہ کرام کے ذمہ تو طلباء و طالبات کے اندر سے یہ برے اعمال اور گندگیاں نکالنا ہوتا ہے اگر وہ خود ہی ان مذموم اعمال سے بچنے کی کوشش نہیں کریں گے تو اپنے شاگردوں کو کیسے بچا گے۔

یاد رکھیں! اگر استاد بہانہ بازی کرنے والا، ٹال مٹول کرنے والا، جھوٹ بولنے والا ہوگا تو شاگرد اس سے دو ہاتھ آگے ہی نکلے

گا۔

اسباق کی پابندی کرنے کی کوشش کریں اور بہانہ بازی سے چھٹیاں نہ کریں۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو دوسرے اوقات میں اس کی تلافی کر دیں۔ اگر دورانِ سبق کوئی غلطی ہو جائے اور طالب علم اس کی ساندہی کر دے تو اس کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے بلکہ اگر وہ درست کہتا ہے تو مان لینے میں عظمت ہے۔ اس طرح استاد کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی دیانت اور امانت اور صداقت کا سکھ طالب علم کے دل پر بیٹھ جاتا ہے۔

محمد ابن کعب قرظی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے بتا دیا، محفل میں موجود ایک شخص نے کہا کہ امیر المؤمنین! مسئلہ یوں نہیں یوں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا بیشک تم صحیح کہتے ہو مجھ سے غلطی ہوئی۔ اساتذہ کرام کو بھی صدق و صفا کا پیکر بننے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ آنے والے وقت کے علماء اپنے شاگردوں کی صحیح تربیت کر سکیں۔

## ۸۔ ایک دوسرے کی خامیاں تلاش کرنا:

کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ تصوف و سلوک کا خلاصہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ”اسان اپنی خامیوں پر رکھے اور دوسروں کی خوبیوں پر رکھے۔“

اساتذہ کرام کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ یہ بھی ہے کہ بعض اساتذہ اپنی خامیاں دیکھنے کے بجائے دوسروں کی خامیوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں جب ہر وقت یہی سوچیں دل و دماغ میں گردش کریں گی تو رجوع الی اللہ کہاں سے ہوگا اور رجوع الی اللہ کے بغیر کامل ترقی ہونا بہت مشکل ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ آپ مسجد کے اندر اعتکاف کی حالت میں خطبات فقیر کا مواد جمع کر رہے تھے۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ خطبات کا مواد جمع کرنا بہت مشکل کام ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ مواد جمع کرنا اتنا مشکل نہیں ہے ایک اور چیز مشکل ہے۔ راقم الحروف نے حیران ہو کر پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا کامل رجوع الی اللہ مشکل ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا:

۱۔ اپنے عیوب سے آنکھوں کو بند کر لیا دوسروں کے عیوب کے لئے آنکھیں کھلی رکھیں۔

۲۔ تم نے خدا کو پہچانا اس کا حق ادا نہیں کیا۔

۳۔ قرآن پڑھا عمل نہ کیا۔

۴۔ محبت رسول ﷺ کا دعویٰ کیا اتباع سنت نہ کی۔

۵۔ ابلیس پر لعنت تو کی اس کی فرمانبرداری بھی کی۔

معلوم ہوا کہ دوسروں کے عیب تلاش کرتے رہنا اور اپنے عیوب سے صرف کر لینا صرف ترقی میں ہی رکاوٹ نہیں بلکہ دعاؤں کی قبولیت میں بھی رکاوٹ ہے اگر دوسرے کی کوئی خامی آئے تو فوراً اپنی خامیاں گننا شروع کر دیں جب اپنی ہزاروں خامیاں آگے آئیں تو دوسرے کا وہ عیب کم آئے گا۔

ع پڑی جو اپنے عیوب پر تو کوئی نگاہ میں برا نہ رہا

## باب: 12

## مدرسہ کا ماحول ”تعلیمی اور تربیتی“ کیسے بنا ؟

اکثر مدارس میں دیکھا گیا ہے کہ صرف پڑھانے اور کورس ختم کروانے پر زور ہے تربیت کی طرف کچھ خصوصی توجہ نہیں دی جا رہی۔ مدارس میں اس تربیت کی کمی کی وجہ سے طلباء و طالبات سے وابستہ توقعات پوری نہیں ہو رہیں۔ جامعات سے فراغت کے بعد ایک عالم یا عالمہ اور عام د دار مرد و عورت میں واضح فرق ہونا چاہیے۔ ایک عالم یا عالمہ کا کردار، اس کی شخصیت، اس کا رہن سہن، طرز گفتگو اور سلیقہ طر باوقار اور سنت کے مطابق ہونا چاہیے تاکہ وہ صحیح معنی میں کہلانے کے حقدار ہو سکے۔ مدارس میں تربیتی رنگ لانے کے لئے اس عاجز کے دل میں کچھ اہم تجاویز آتی رہتی ہیں ان کو اپنے مدرسہ میں بھی لاگو کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور باب مدارس سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی اپنے ماحول کو تربیتی بنانے کی کوشش کرتے رہیں اور اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہیں کہ دلوں کو بدلنے والی ذات وہی مالک کون و مکاں ہے۔

مدرسہ کے ماحول کو تربیتی بنانے کے لئے چند اہم تجاویز زیب قرطاس ہیں:

## ۱۔ تہجد کی پابندی کروا :

پانچ وقت کی زوں کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر تہجد کی پابندی کروا۔ تہجد کے بغیر اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلقات پیدا نہیں ہوتے۔

ر ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو  
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

جب تک تہجد کی آپہن نہیں ہوں گی بات پُر تاثیر ہونا بہت مشکل ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنے ایک ہونہار شاگرد کو خط لکھا جس میں یہ نصیحت کی کہ ”بیٹا! اگر صرف علم ہی تمہارے لئے کافی ہوتا اور اس کے علاوہ عمل کی تمہیں ضرورت نہ ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ کی یہ پکار، ”کوئی سوال کرنے والا ہے؟ کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے؟“ یہ بے فائدہ اور بے سود ہو جائے گی۔“ روایت میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”وہ بڑے اچھے آدمی ہیں اگر وہ تہجد کی زپڑھتے ہوتے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا: اے فلاں! رات کو زیادہ مت سونا کیو رات کو زیادہ سونا اس شخص کو قیامت کے روز فقیر بنا دیتا ہے۔ (مثالی شاگرد ص ۲۳۰)

دیکھیں کتنے خوبصورت انداز میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی اور تہجد کی پابندی کی ترغیب دی۔ اساتذہ کرام کو بھی ایسا ہی طرز نصیحت اختیار کرنا چاہیے اور اپنے مدرسہ میں تہجد کی پابندی کروا تاکہ مدرسہ کا ماحول صبح صبح ہی سے نورانی اور تربیتی ہو جائے۔

## ۲۔ تہجد یا فجر کے بعد کم از کم ایک پارہ تلاوت کی پابندی کریں:

اپنے مدرسے کی ترتیب کے مطابق تہجد کے بعد یا فجر کے بعد تمام طلباء و طالبات سے کم از کم ایک پارہ تلاوت قرآن کی پابندی کروا۔ مدرسہ میں دوران تعلیم جو معمولات پختہ ہو جاتے ہیں ان پر ساری زندگی عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور مدرسہ کی زندگی کے دوران اگر معمولات میں پختگی نہ ہو تو بعد میں بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ صبح کے وقت میں تلاوت کی بہت فضیلت ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”اور صبح کا قرآن، اور صبح کے قرآن کو سننے کے لئے فرشتے اتر آتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”تین آوازوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، مرغ کی آواز، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کی آواز اور سحر کے وقت استغفار کرنے والوں کی آواز۔“

سحری میں استغفار کرنے والوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے بڑی محبت سے اپنے قرآن میں فرمایا:

”اور سحر کے وقت مغفرت مانگا کرتے تھے۔“

ایک صحابیؓ اپنے گھر کے اندر تہجد میں قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے تھے۔ طبیعت ایسی چل رہی تھی کہ جی چاہتا تھا ذرا جہر سے پڑھیں قریب ہی ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور چارپائی پر بچہ لیٹا ہوا تھا۔ محسوس کیا کہ جب او پڑھتا ہوں تو گھوڑا بدلتا ہے لہذا دل میں خیال پیدا ہوا کہ گھوڑا کہیں بچے کو نقصان نہ پہنچا دے۔ پھر آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ ساری رات یہی معاملہ ہوتا رہا۔ جب تہجد مکمل کی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ ستاروں کی ما روشنیاں ہیں جو ان کے سر کے اوپر آسمان کی طرف واپس جا رہی ہیں۔ یہ ان روشنیوں کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سارا معاملہ عرض کیا تو محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ رب کریم کے فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے کے لئے آسمان سے نیچے اتر آئے تھے۔ اگر تم او آواز سے پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ لیتے۔ سبحان اللہ

## ۳۔ صبح و شام کے معمولات کی پابندی کروا :

اپنے مدرسہ میں صبح و شام کے معمولات کی پابندی بعد ز فجر اور شام کے وقت بعد ز عصر اجتماعی طور پر کروا اور تمام طلباء کا اس میں شامل ہونا لازمی ہو تاکہ مدرسہ تربیتی رنگ میں رنگ جائے۔ احادیث مبارکہ میں جو صبح و شام کی دعا آئی ہیں ان کا خاص طور پر اہتمام کروا تاکہ زندگی مسنون اعمال پر گزرے اور خیر و برکت والے معات ہوں۔ دعا تمام طلباء و طالبات کو یاد کروا اور صبح و شام کے معمولات میں قرآن مجید کی سورتیں سورۃ یسین، سورۃ ملک، سورۃ الم سجدہ، سورۃ دخان، سورۃ رحمن وغیرہ ضرور شامل کریں کیو تلاوت قرآن کے بغیر معمولات مکمل نہیں ہو سکتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

۱۔ قرآن اللہ کا دسترخوان ہے، جتنا کھا سکتے ہو کھا لو کوئی روک ٹوک نہیں۔

۲۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط سی ہے اچھی طرح پکڑ لو پھسلنے سے محفوظ رہو گے۔

- ۳۔ قرآن نور میں ہے، حاصل کر لو اس روشنی کو، ٹھوکروں سے بچ جاؤ گے۔
- ۴۔ قرآن میں شفا ہے استعمال کر لو اس نسخہ کو، ہر بیماری سے دور رہو گے۔
- ۵۔ قرآن ت دہندہ ہے تلاوت و عمل کی خوب کوشش کرو، بچ جاؤ گے جہنم سے
- ۶۔ قرآن علم کا خزانہ ہے، لوٹ لو اس کو جتنا چاہو، یہ خزانہ ختم نہ ہوگا۔

## ۴۔ روزانہ کلاس سے پہلے اسمبلی ہو:

روزانہ درس و تدریس کے اوقات شروع ہونے سے پہلے جامعہ کے تمام طلباء و طالبات کو جمع کر کے مختصر سی اسمبلی کروا جس میں اسمائے حسنیٰ، کوئی دعائیہ کلمات، کوئی اور پھر مختصر دعاؤں کے ساتھ اسباق شروع کروائے جا۔ اس اسمبلی میں روزانہ صفائی ستھرائی کی چیکنگ بھی کی جائے۔ ہر طالب علم کو ادی طور پر چیک کیا جائے اور اس میں کوئی کمی یا خامی ہو مثلاً ناخن بڑھے ہوئے ہیں، کنگھی نہیں کی، دانت صاف نہیں، یونیفارم صاف نہیں یا کوئی اور خامی ہے تو اسے درست کروایا جائے تاکہ جامعہ کا ماحول صاف ستھرا ہو جائے۔

## ۵۔ جامعہ میں صفائی کا خاص خیال رکھیں:

مدرسہ کے ماحول میں جہاں تلاوت، معمولات، تہجد اور ذکر و فکر کے ذریعے روحانی صفائی ضروری ہے وہاں ظاہری جسمانی اور مدرسہ کی صفائی کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ارد گرد ماحول گندا ہو تو باطن پر اس کا برا اثر ضرور پڑتا ہے۔ صاف ستھرا ماحول دل دماغ کو پرسکون بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی صفائی کو پسند فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اساتذہ اور طلباء دونوں کو چاہیے کہ اپنی اور مدرسہ کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کپڑے صاف ستھرے اور طر سے پہنے ہوں البتہ اس میں تکلف اور ریاکاری نہ ہو، صفائی مطلوب ہو اور خصوصاً گرمی کے موسم میں عموماً کپڑوں میں جلدی بو پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔“

اسی طرح صحن اور کمروں کی صفائی کا اہتمام کریں۔ ہر استاد اور شاگرد صفائی کے معاملہ میں اس حدیث مبارکہ پر عمل کرے:

”پاکیزگی نصف ایمان ہے“

اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

”اپنے صحن کو صاف رکھا کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔“

جب صحن کی فٹ مطلوب ہے تو خود کمرے اور لباس و بدن کے صاف کرنے کا حکم کیوں نہ ہوگا۔ لیکن بعض مدارس میں اب یہ حالت

ہے کہ چاہے بہت زیادہ کوڑا، پکڑا کمروں میں جمع ہو جائے لیکن صاف نہیں کریں گے۔

یہ گندگی روح اور جسم دونوں کی صحت کے لئے نقصان دہ ہے مدرسہ کے ماحول کو صاف ستھرا بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کمروں کو صاف رکھیں، کمروں کے اندر باہر اگر کسی کے چالے ہوں تو صاف کریں اور کمرے میں کتابیں، برتن، بستر اور سامان کو ترتیب کے ساتھ رکھیں اور برتنوں کو دھو کر رکھیں۔

## ۶۔ روزانہ تربیتی مجالس کا قیام:

اپنے مدرسے میں روزانہ تربیتی مجالس کا مہتمم بننا۔ اسباق کے بعد ایک گھنٹہ مقرر کر دیں جس میں مدرسہ کے تمام طلباء طالبات اور اساتذہ شریک ہوں اس میں روزانہ باری باری ہر جماعت کے طلباء طالبات کے بیانات کروا اور روزانہ کسی ایک استاد کا بھی بیان کروا اور اس تربیتی مجالس کا نگران اعلیٰ بیانات میں ہونے والی کمیوں کو تادیب کی ساندھی کر کے ساتھ ساتھ ان کی تصحیح کرتا رہے۔ اس طرح سے طلباء کے اندر دعوت دین کا درد، عمل کرنے کا جذبہ، بولنے کی صلاحیت، دعوت دینے کا طر اور سلیقہ اور ان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ روزانہ ہر جماعت کے دو تین طلباء طالبات سے 5،5 منٹ کا بیان کروا ان کی خوب حوصلہ افزائی کریں اور بعد میں مہذب انداز میں محبت کے ساتھ غلطیوں کی ساندھی کر کے تصحیح کریں۔ اس معاملہ میں راقم الحروف کی کتاب ”دعوت دین کا درد“ بہت کارآمد ثابت ہوگی اس کا مطالعہ کریں اور اپنے اور اپنے طلباء کے اندر ”دعوت دین“ کا درد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

## ۷۔ ہفتہ وار یا ماہانہ خصوصی تربیتی مجالس:

ہر ہفتہ بعد کوئی مناسب دن دیکھ کر خصوصی تربیتی مجالس کا اہتمام کریں اور طلباء اور طالبات سے کہیں کہ اس مجلس میں اپنے گھر والوں کو بھی شرکت کی دعوت دیں اس میں طلباء سے کہیں کہ مسائل چھوٹے کاغذ پر لکھ کر دیں ساتھ نام اور جماعت لکھیں اور ناظم مدرسہ کو چاہیے کہ وہ خود یا کسی سمجھدار سینئر استاد کو مقرر کر دیں کہ ان سوالات کے جواب دیں تاکہ اساتذہ طلباء کے ذہن اور مسائل کو سمجھ سکیں اور ان کو حل کرنے کے لئے بہتر مشورے بھی دے سکیں۔ ماہانہ مجلس کا خصوصی اہتمام کریں اور اس میں عوام الناس کے لئے پروگرام ترتیب دیں تاکہ تمام اہل علاقہ آپ کے مدرسہ کے تربیتی ماحول سے مستفید ہو سکیں اور آپ کے جامعہ کا فیض دور دور تک پھیل سکے۔

## ۸۔ تمام زیں طلباء ایک ہی وقت میں ادا کریں:

مدرسہ کے نوٹس بورڈ پر تمام زوں کے اوقات لکھ کر لگا دیں اور تمام طلباء کو اس بات کا پابند بننا کہ اس وقت سے 10 منٹ پہلے سب با وضو ہو کر مسجد پہنچ جائیں اور اگر طالبات ہیں تو زکی جگہ پر پہنچ جائیں اور مقررہ وقت پر کوئی نگران استاد جا کر پورے جامعہ کا چکر لگائے اور دیکھیں کہ کوئی طالب علم یا طالبہ غیر حاضر تو نہیں اگر کوئی طالب علم زادا کرنے کی جگہ موجود نہ ہو اور بلا وجہ اپنے کمروں میں گھوم رہا ہو تو اس کو سب کے سامنے سزا دیں تاکہ دوسرے طلباء کو تنبیہ ہو اور وہ آئندہ مدرسہ کا مخراب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ تمام طلباء طالبات کی زوں میں چنگی بہت ضروری ہے پہلے ان کی زکی عادت نکمیراؤلی کے ساتھ پکی کروا پھر عبادت بنے گی اور پھر اس میں حقیقت اور حلاوت محسوس ہوگی۔



## ۹۔ ہر وقت با وضو رہنے اور ذکر فکر کی تلقین کریں:

مدرسہ میں یہ ماحول بنانے کی کوشش کریں کہ ہر وقت تمام اساتذہ و طلبا با وضو ہوں۔ با وضو رہنے کی اپنی نور اسب اور برکت محسوس ہوتی ہے۔ وضو اطمینان کے ساتھ اور سنت کے مطابق آداب کی رعایت رکھتے ہوئے ا م دینا بہت فضیلت والا عمل ہے جس پر احادیث مبارکہ میں بہت اجر و ثواب کے وعدے آئے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے تک سے خارج ہو جاتے ہیں۔“

با وضو رہنے سے ذکر فکر کی طرف بھی دل راغب ہوتا ہے۔ ذکر فکر کرنے سے وقت میں بہت برکت آتی ہے اور اسباق بھی جلدی یاد ہوتے ہیں۔ خصوصاً کھانا بناتے وقت وضو ذکر کا بہت اہتمام کرنا چاہیے تاکہ کھانا کے ساتھ انوارات بھی جزو بدن بن جا -

حضرت خواجہ فضل علی قریبیؒ کی خا ہ پر سالکین کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب سالکین کے لئے دسترخوان بچھا دیا گیا اور کھانا چن دیا گیا تو حضرت نے فرمایا، فقیرو! یہ روٹی جو تمہارے سامنے رکھی گئی ہے اس کی گندم کے لئے کھیت میں با وضو ہل یا گیا، با وضو پانی دیا گیا، جب گندم کی فصل پک کر تیار ہو گئی تو با وضو کاٹا گیا، پھر گندم کو بھوسے سے با وضو جدا کیا گیا، اس گندم کو با وضو پیس کر آٹا بنایا گیا، پھر اس آٹے کو با وضو گوندھا گیا، اس کی روٹی با وضو بنائی گئی، پھر با وضو آپ کے سامنے لا کر رکھی گئی، کاش کہ آپ بھی اسے با وضو کھا لیتے۔ اللہ اکبر کبیرا

اس قدر وضو کا اہتمام تھا، ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے مدرسہ میں وضو کا اہتمام کرا اور کوشش کریں جب بھی وضو ٹوٹے تو وضو کریں اور تحیۃ الوضو پڑھیں۔

با وضو رہنے سے ذکر کرنے کو بھی دل چاہتا ہے اور دل کی غفلت اور گندگی ذکر فکر کے پانی سے ہی دھل کر صاف ہوتی ہے۔ ذکر کرنے سے اسباق متاثر نہیں ہوتے لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ دورانِ سبق، دورانِ تکرار اور مطالعہ کے وقت دوسرے اذکار سے افضل یہ آپ کا سبق، تکرار اور مطالعہ ہے اس کو ہی عبادت اور ذکر کی سب سے کریں تو یہ دوسرے اذکار سے افضل ہو جائے گا۔ باقی دوسرے اوقات میں تسبیحات اور مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

## ۱۰۔ دوپہر کو قیلولہ کی پابندی کروا :

دوپہر کو کچھ دیر سنت کی سب سے قیلولہ (سونا) کرنا نفلی عبادت کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ اس کی ضرورت پابندی کروا - دوپہر میں تھوڑی دیر کا آرام دوسرے وقت میں کام کرنے کے لئے فریش کر دیتا ہے اور تہجد میں اٹھنے کے لئے بھی مدد دیتا ہے۔ دوپہر میں خصوصاً گرمیوں کے دنوں میں دو گھنٹے اور سردیوں میں 15، 20 منٹ تمام طلبا و اساتذہ کو سنت کی سب سے قیلولہ کرنا چاہیے اور اس کی پابندی کروا - ایک استاد اپنی نگرانی میں تمام بچوں کو سلا دے اور زیادہ بولنے والوں کو ایک دوسرے سے دور سلا نا چاہیے تاکہ ان کی

دوستی دوسروں کو پریشان نہ کرے ایسے طلباء خود بھی پریشان ہوتے ہیں بعد میں جب کلاس میں نیند آتی ہے یا تہجد میں اٹھنا نہیں ہوتا تو شرمندگی ہوتی ہے اور دوسرے ساتھیوں اور اساتذہ کو بھی پریشان کرتے ہیں ایسے طلباء کو کسی الگ کمرے میں بلا کر اپنی نگرانی میں سلا جب کچھ دنوں بعد انہیں عادت ہو جائے گی تو خود بخود دوپہر کو سو جایا کریں گے۔

## ۱۱۔ تمام امور کی پابندی کروانے میں تہذیب و شائستگی کا خیال رکھیں:

بعض طلباء اساتذہ کے لئے سردردی کا باعث بن جاتے ہیں اور بات ما نہیں مثلاً سو گئے تو اٹھتے نہیں، اٹھ گئے تو اب سوتے نہیں یا پڑھنے میں تنگ کرتے ہیں تو ان کے لئے استاد کو حکمت علمی کے تحت پیار محبت یا رعب سے کام لینا چاہیے۔

او آواز میں چیخ کربات کرنا یا بلاوجہ مار پیٹ کرنا اساتذہ کے وقار کے منافی ہے اور تمام امور کی پابندی کروانے میں سنت طر ں کا خیال رکھیں ہر جماعت میں فرمانبردار بچوں کو گروپ ذمہ دار بنادیں اور ان کے ذمہ لگا کہ وہ اپنے گروپ کے تمام ساتھیوں کو مقررہ وقت پر جگادیں یا جو بھی عمل کروانا ہو اس کا پیار محبت سے خیال رکھیں اور بچوں کے اندر خود بخود عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ نہ وہ خود پریشان ہوں اور نہ دوسروں کو پریشان کریں۔ اگر کوئی طالب علم شرارتی ہو تو اسے الگ وقت دے کر پیار محبت سے سمجھا آپ کے پیار اور محبت سے سمجھانے کی وجہ سے وہ آپ سے محبت کرے گا اور آپ کی قدر کرے گا پھر یقیناً وہ آپ کی بات مانے گا۔ آپ کی کچھ وعصہ کی اادی توجہ سے ضرور شرارتی بچوں سے نکال کر ذمہ دار اور فرمانبردار بچوں کے گروپ میں لے آئے گی۔ اسی طرح تمام طلباء پر رکھیں اور ہر استاد چند طلباء کی اصلاح و تربیت اپنے ذمہ لے یا کلاسوں کے اعتبار سے کوئی ترتیب بنالیں اور پھر ہر استاد یہ سوچے کہ میرے ذمہ جو طلباء ہیں وہ امانت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور مجھے ان کے بارے میں جوابدہ ہونا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

## ۱۲۔ بعد ز مغرب تا عشاء تکرار کا وقت مقرر کریں:

رہا جامعات میں بعد ز مغرب یا عشاء اپنی نگرانی میں طلباء یا طالبات سے تکرار کروا اور اگر غیر رہا جامعہ ہے تو اسی اعتبار سے تکرار کی ترتیب ضرور بتا تکرار کے بغیر علم میں پختگی محال ہے۔

”جب تکرار کیا جاتی ہے تو وہ بات دل میں پختہ ہو جاتی ہے۔“

اس لئے تکرار کے اوقات ضرور مقرر کرنے چاہئیں تاکہ طلباء و طالبات اپنے وقت کو ضائع کرنے کی بجائے علم کو پختہ کرنے میں صرف کریں۔

## ۱۳۔ پیپرز کے دنوں میں بھی معمولات کی پابندی کروا :

پیپرز کے دنوں میں اکثر مدارس میں دیکھا گیا کہ معمولات وغیرہ بالکل چھڑوا دیئے جاتے ہیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ کسی بھی تربیتی جامعہ میں ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسی اہتمام کے ساتھ معمولات کی پابندی کروا اگرچہ ان کی مقدار میں کمی کروادیں۔ مثلاً اگر درود شریف 100 دفعہ پڑھتے تھے تو اب 33 یا 11 مرتبہ پڑھ لیں لیکن بالکل مت چھوڑیں اگر جامعہ میں یہ عادت پڑ

گئی تو آئندہ زندگی میں بھی طلباء مصروفیت کے اوقات میں معمولات کو بالکل چھوڑ دیں گے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل بہت پسندیدہ ہے جو داہوا اگرچہ تھوڑا ہو۔ اس لئے معمولات میں استقامت بہت ضروری ہے۔

### ۱۴۔ تمام اساتذہ و طلباء کا کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم ہو:

مدرسہ کے ماحول کو تربیتی اور نورانی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ تمام اساتذہ و طلباء کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم رکھیں اور ان کے مشورہ سے تمام امور سرام دیں۔ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم کئے بغیر اصلاح و تربیت بہت مشکل ہے۔ امام غزالیؒ کو آخر کس چیز نے مجبور کیا کہ تدریس و تصنیف جیسے محبوب مشغلہ کو چھوڑ کر اللہ والوں کی صحبت میں حاضر ہوئے اور پھر اپنے ہونہار شاگرد کو خصوصی سح کرتے ہوئے فرمایا:

”تم جان لو کہ سالک (یعنی سیدھے برحق راستے پر چلنے والا) کے لئے ایک ایسا میری، مرشد اور شیخ ہونا چاہیے جو اسے اپنی تربیت کے ذریعے برے اخلاق سے نکال کر ان کی جگہ اس میں اچھے اخلاق پیدا کر لے، تربیت کا کام اس کا شکار کے کام کے مشابہ ہے جو کھیتی کے درمیان سے کاٹا لٹا اور فالتو ادھر ادھر کی گھاس پھوس کو دور کرتا ہے تاکہ اس کی پیداوار اچھی ہو اور کھیتی بھر پور ہو۔ سالک کے لئے ایک ایسا شخص ہونا چاہیے جو اسے اللہ تعالیٰ کے راستے بتلائے اور آداب سے روشناس کروائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنا راستہ بتلانے کے لئے رسول بھیجے، جب اللہ تعالیٰ کے رسول د سے تشریف لے گئے تو ان کی جگہ خلفائے راشدین نے لے لی تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف رہنمائی کریں۔“

بہر حال یہ اصلاحی تعلق بہت ضروری ہے کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک ایسا وقت تھا جب دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث سے لے کر دربان اور خاصا ماں تک صاحبِ نسبت ہوتے تھے۔ اسی نسبت کی برکات ہیں کہ آج دارالعلوم دیوبند کا فیض پوری د میں پھیل چکا ہے۔

### ۱۵۔ ہر کام میں طلباء و طالبات کو رجوع الی اللہ سکھا :

طلباء و طالبات کو ہر حال میں توکل اور رجوع الی اللہ کی ترغیب دیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ توکل اس کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے اس کے بارے میں تم اپنے عقیدے کو مضبوط رکھو یعنی تم یہ اعتقاد رکھو کہ جو تمہارے مقدر میں ہے ہر صورت میں تمہیں مل کر رہے گا خواہ تم سے اسے پھیرنے کے لئے تمام عالم اپنی پوری قوت کیوں نہ صرف کر دے اور یہ کہ جو کچھ تمہارے مقدر میں نہیں ہے وہ تمہیں ہرگز ہرگز نہیں ملے گا خواہ تمام عالم تمہارا معاون و مددگار کیوں نہ ہو۔ اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اسی طرح بار بار رجوع الی اللہ کی ترغیب دیں کوئی ذرا بھر بھی مشکل پریشانی آئے فوراً اللہ کی طرف رجوع کریں۔ مشکل اور پریشانی میں تو عام حالات کی نسبت رجوع الی اللہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

رجوع الی اللہ کہتے کسے ہیں؟ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور محبت اتنی ہو کہ اس کے علاوہ کوئی اور یاد نہ رہے۔ بار بار اللہ کی یاد تڑپائے۔ یہ چیز عام حالات میں بہت مشکل ہو جاتی ہے جب کوئی مشکل پڑتی ہے تو دل خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں توکل اور رجوع الی اللہ کی توفیق فرمائے۔

## ۱۶۔ ہر حال میں شکر ادا کرنے کی عادت ڈالیں:

ترقیاتی ماحول بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر اور طلباء کرام کے اندر شکر کا جذبہ پیدا کریں۔ وقتاً فوقتاً انہیں یاد دلاتے رہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جسمانی اور روحانی طور پر فرمایا ہے اس کا شکر بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔“

ہر نعمت کو گن گن کر سوچیں اور اس پر شکر ادا کریں اگر یہ سوچتے رہیں کہ مجھے جو میری اوقات سے بڑھ کر تو شکر کا جذبہ پیدا ہوگا۔

## ۱۷۔ کثرتِ سلام کی عادت پختہ کروا :

طلباء کرام کو عبادت کی سب سے کثرتِ سلام کی ترغیب دیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

”آپس میں سلام پھیلاؤ“

سلام کرنے کا طر سکھا کہ بچو! پورا سلام ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہنا چاہیے اور پھر اس کا پورا جواب دیں۔ مصافحہ کریں تو دونوں ہاتھوں سے کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ باہر سے آنے والا اندر والوں کو سلام کرے۔ کھڑا ہوا بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے۔ بہر حال سلام کو مدرسہ میں عام کریں اسی سے اساء اللہ سلامتی والی فضا بنے گی اور امن و سلامتی، پیار محبت والا ماحول بنے گا۔ سلام کرنا بہت آسان نیکی ہے سلام کی کثرت بندے کو اساء اللہ جنت میں پہنچائے بغیر نہیں رہتی۔ سلام کے ذریعہ اپنے مدرسہ کے ماحول کو جنتی ماحول بنا کیو جنت میں بھی کثرت سے سلام ہوگا حتیٰ کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آئے گا۔

”پروردگار نہایت رحم والے کی طرف سے انہیں سلام فرمایا جائے گا۔“

## ۱۸۔ عشاء کے بعد جلد سونے کی کوشش کریں:

ز عشاء پڑھنے سے پہلے سونا غفلت کی سانی ہے اور ز پڑھ کر فضول بات چیت نہیں کرنی چاہیے ضروری کاموں سے فارغ ہو کر جلدی سونا چاہیے۔ لیکن اگر تکرار مطالعہ وغیرہ یا کوئی اور ضروری کام ہو تو جاگنے میں مضا نہیں۔ لیکن جامعہ کا اجتماعی ماحول یہی ہو کہ عشاء کے بعد جلد سونے کا اصول لاگو ہونا چاہیے۔ صرف ضرورت کی حد تک اجازت ہے۔ یہ صرف ضرورت کی حد تک ہے اہتمام جلد سونے کا کروا تاکہ صبح تہجد میں اٹھنا آسان ہو۔

## ۱۹۔ روزانہ ٹائم ٹیبل پر پابندی سے عمل کروا :

روزانہ کا جو بھی م الاوقات ترتیب دیں کوشش یہی ہو کہ جامعہ کی ترتیب کو سامنے رکھتے ہوئے سنت کے مطابق ترتیب دیں اور پھر اس کی پابندی کرنا اور کروانا بہت ضروری ہے۔ اگر دو دن تو پابندی کرتے رہے بعد میں پھر اس پر عمل ختم کر دیا تو ایسے م الاوقات بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ تب ہوگا جب اس پر پابندی ہوگی اور پابندی سے ہی جامعہ کا ماحول بہتر بنے گا۔ طلباء کے لئے

دن رات کا مالاوقات ضرور بننا، لیکن بہت افسوس ہوتا ہے کہ طلباء کا اکثر وقت ضائع ہوتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو عام طور پر مدارس میں تعلیمی وقت چھ سے سات گھنٹے ہوتا ہے اور مغرب سے عشاء کے درمیان ایک گھنٹہ تکرار وغیرہ اس طرح یہ آٹھ سے نو گھنٹے بن جاتے ہیں اور سونے کے لئے چھ گھنٹے، زوں میں دو گھنٹے اور ایک گھنٹہ شام کو تفریح کے لئے نکالیں تو اس اعتبار سے اٹھارہ گھنٹے ہوئے تو باقی چھ سات گھنٹہ فضول باتوں اور لغویات میں گزار دیتے ہیں۔ لہذا ان اوقات کی حفاظت کرنی چاہیے اور انہیں تحصیل علم، ذکر و فکر اور اصلاح و تربیت میں صرف کرنا چاہیے۔

## ۲۰۔ مدرسہ کی قبولیت کے لئے گڑ گڑا کر دعا مانگیں:

یہ سب کچھ کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزی و انکساری اور ندامت کے ساتھ دعا مانگیں یا اللہ! اس ٹوٹی پھوٹی محنت کو قبول فرما لے۔ جتنی مرضی محنت کر لیں اگر کسی بد عملی کی وجہ سے قبول نہ ہوئی تو محنت رائیگاں ہے اس لئے رور و کراہی اور طلباء و طالبات کی قبولیت کے لئے دعا مانگیں۔ اللہ رب العزت کے ہاں جو قبول ہو جاتا ہے وہ پھر رد نہیں ہوتا عاجزی کے ساتھ عرض کریں کہ یا اللہ ہمارے اندر قابلیت تو کوئی نہیں تو قبولیت فرمادے۔

”جسے قبول کیا جاتا ہے بغیر وجہ کے بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔“

ہماری مانگنے کی کمی ہے۔ ہمیں بار بار سلیقے اور طر سے مانگتے رہنا چاہیے۔

باری تعالیٰ ہمیں بھی اور ہمارے مدارس، مساجد، طلباء، علماء کرام سب کو، ان کی کاوشوں کو اور اس کتاب کو قبولیت عامہ تامہ نصیب فرمادیں اور سب کے لئے نافع بنا اور آخرت میں بخشش کا ذریعہ بنا۔ آمین

o

”اے ہمارے رب ہم سے (ہمارے اعمال کو) قبول کر لے، بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ ہم پر مہربانی فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

## ۲۱۔ دعوت کا ماحول:

تبلیغ والے چار ماہ لگوا کر انسان کو دعوت کا درد اور غم دیتے ہیں بعض مدارس میں 8 سال لگا کر بھی جو پڑھا لکھا ہے وہ مناسب طر سے اور مؤثر طر سے طلباء آگے نہیں پہنچا سکتے بلکہ بعض جگہ تو دعوت کا احساس تک نہیں ہے:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ایک عالم جو دارالعلوم کراچی سے عالم بنے پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اس نے بڑے درد کے ساتھ فرمایا کہ مدارس میں مولوی تو ضرور بنائے جاتے ہیں داعی نہیں بنایا جاتا کیو دعوت کی کوئی کتاب بھی داخل نہیں حالاً ہر نبی کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تھی کہ وہ داعی ایمان تھا۔ حتیٰ کہ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک مدرسہ میں گئے تو ناظم صاحب سے عرض کیا کہ طلباء کو دعوت دینے کا کچھ درد سکھادیں۔ کہنے لگے کہ ہماری تو صرف مدرس پیدا کرنے کی سب ہے۔ مجاہد، مبلغ، داعی، مدرس قرآن کسی چیز کی سب نہیں ہے صرف درس می پڑھانے کے لئے مدرس پیدا کرنے ہیں۔ یہ محدود سب نہیں ہونی چاہیے بلکہ قرآن کے مقصد زندگی کو ضرور مدد رکھنا چاہیے:

”تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو تم اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے کرتے ہو۔“

”اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے۔“

انبیاء کرام کو ت ملنے کے بعد سب سے بڑی ذمہ داری دعوت ایمان و اسلام کی ذمہ داری ہے اور یہ ہر نبی کی ذمہ داری تھی اسی طرح نبی کے ورثاء کی بھی سب سے بڑی یہی ذمہ داری ہے کہ دعوت کے درد کو سیکھیں اور دن رات دین کی دعوت کو دینے کی انتہائی کوشش کریں۔

”اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔“

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے  
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے